فارسی مترجم، اردو، ہندی
مصنفہ
حضرت خواجہ حاجی محمد نجم الدین صاحبؒ سلیمانی چشتی الفاروقی
مرتبہ جدید ایڈیشن
پیر غلام جیلانی نجمی سلیمانی چشتی الفاروقی فتح پوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم
اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان بڑے رحم والا ہے
۱

نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔

اے نگاہِ شوق نورِ حق کی تابانی کو دیکھ
سینۂ نجم ولایت کی درخشانی کو دیکھ
ضو فشاں ہے آج بھی شاہِ ولایت کی جبیں
چشمِ باطن سے ہُماؔ مرقد کی پیشانی کو دیکھ

نتیجۂ فکر: مولوی عبد الرشید صاحب ہُماؔ نقشبندی دہلوی

زہے قبیلہ ازو آفتابِ نور تاباں است
نمود پرتوِ صبحِ جبینِ نجم الدین
٦

رُباعی

آفتابِ رُشد تھی گویا جبینِ نجم الدینؒ — رہنمائے سالکاں ہے جس کے مرقد کی زمیں
جلوۂ روئے درخشاں سے ہُمَاؔ اسوقت بھی — ذرّہ ہائے بیٹر ہے گہوارۂ نورِ مبیں
ہو مبارک تجھ کو اے دامانِ ارضِ فتح پور — جلوہ یاراں تجھ میں ہیں انوارِ رب العالمیں
گوہرِ مقصود کی تو اپنے تابانی کو دیکھ — ہے نگاہِ چشمِ عالم بھی خجل اور شرمگیں

اس کی تُربت پر نہ کیوں ہو سایۂ ابرِ کرم
زندگی جس کی ہُمَاؔ تھی حامئ دینِ متیں

○

نتیجۂ فکر : مولوی عبدالرشید صاحب ہُمَاؔ نقشبندی دہلوی

از مصنف
حضرت شاہ نصیر الدین صاحبؒ
سجادہ نشین درگاہ خواجہ نجم الدین صاحبؒ
فتحپور

منقبت

در شانِ حضور شاہِ ولایت خواجہ نجم الدین صاحب سلیمانیؒ

ہے قبلہ و کعبہ میرا آقائے فتح پور ہے مکہ مدینہ میرا صحرائے فتح پور
ہرگز نہ کروں گلشن جنت کی تمنا گر کاش کہ مدفن میرا ہو جائے فتح پور
تا عمر رہوں میں تیرے احسان کا بندہ گر خاک میری اے صبا لے جائے فتح پور
تا حشر رہوں نشۂ وحدت میں شب و روز ساقی جو پلادے مجھے صہبائے فتح پور
ہو روح امیں تجھ کو مبارک تیرا اسلام ہے خلد سے بڑھ کر ہمیں سرائے فتح پور
ہے عرش کے ہم پلہ مرے شہ کا قبہ ہم رتبۂ معراج ہے اسرائے فتح پور
خواہش نہ کرے عیسیٰ کبھی سیر فلک کی گر بہر تماشا کبھی آ جائے فتح پور

کیا خوف بھلا مجھکو نصیر حشر کے دن کا
ہے شافع محشر میرا مولائے فتح پور

دیوان خواجہ نجم
مُصنّف
حضرت خواجہ محمد نجم الدینؒ صاحب سلیمانی الفاروقی
فتح پور
٩

نام کتاب	دیوانِ خواجہ نجم
تعداد	پانچسو
سن اشاعت اوّل	سنہ ۱۳۵۱ ہجری
سن اشاعت دوم	سنہ ۲۰۰۸ء
مرتبہ	پیر غلام جیلانی نجمی فاروقی
زیر اہتمام	پیر محمد عارف صاحب عارف نجمی فاروقی
کتابت	عبدالمنان بستوی

ملنے کا پتہ

خواجہ سرور کتاب گھر، فتح پور شیخاواٹی
ضلع سیکر راجستھان

Scanned with CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیوانِ خواجہ نجم مترجم فارسی، اردو، ہندی

تصنیف

شہنشاہِ ولایت مقبول بارگاہِ صمدیت آفتاب دین متین خواجہ حاجی محمد نجم الدین صاحبؒ

خلیفۂ اعظم

شہبازِ طریقت غوث زماں خواجہ محمد سلیمان صاحب علیہ الرحمۃ والغفران تونسوی

بپاسِ خاطر

راسخ الیقین جناب شوکت علیخان چوہان المتخلص جذبی فتحپوری حال آباد شارجہ

مُرتبہ

فقیر حقیر پیر غلام جیلانی نجمی فاروقی سلیمانی ابن حضرت خواجہ غلام سرور صاحب

سجادہ نشین خانقاہ خواجہ حاجی محمد نجم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ساکنہ فتح پور شیخاواٹی ضلع سیکر راجستھان

بلند دروازہ خانقاہ حضرت خواجہ حاجی محمد نجم الدین سلیمانی رح

روضہ مبارک حضرت خواجہ حاجی محمد نجم الدین سلیمانیؒ

پیش لفظ

ناظرین میرے جدِ بزرگوار حضرت خواجہ حاجی محمد نجم الدین صاحبؒ کا مطبوعہ دیوانِ نجم میرے سامنے ہے جسے مولائی مرشدی والدی حضرت خواجہ غلام سرور صاحب سجادہ نشین سوم خانقاہ صاحب دیوان موصوف نے دیوان نجمؒ کے مسودہ کو ترتیب دیکر حضرت خواجہ عبداللطیف صاحبؒ جودھپوری جو صاحبِ دیوان کے فرزندِ دوم ہیں کے خلیفہ جناب نور نبی بخش صاحبؒ چوروی کہ جن کی خانقاہ چُورُو راجستھان میں مرجع خلائق ہے کے سجادہ نشین جناب عبدالشکور صاحب باغباں کی خواہش کے مطابق شائع کروانے کے لئے پاکستان بھیجدیا جہاں سے ۱۳۵۱ھ میں طبع ہو کر منظرِ عام پر آیا اور مقبولیت حاصل کی۔

ناظرین ہندوستان اور پاکستان کے درمیان در کا فاصلہ تھا اور حکومت کی طرف سے بھی آمد و رفت میں کئی طرح کی پیچیدگیاں تھیں اس لئے دیوانِ نجم کی کتابت پر حضرت خواجہ غلام سرور صاحبؒ نظرِ ثانی نہیں فرماسکے جس کی وجہ سے کتابت میں کافی غلطیاں رہ گئیں، ایک روز اس فقیر کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ اس دیوان کو مزید ترتیب دیکر حضرت کے فارسی کلام کا ترجمہ کرواکر جدید ایڈیشن کے ساتھ "دیوان خواجہ نجم" کے عنوان سے شائع کر دیا جائے تاکہ حضرت کے کلام سے عوام مستفیض ہو سکیں اسی غور و فکر میں میں نے دہلی کا ارادہ کیا اور دہلی ذاکر نگر پہنچا۔ جہاں میرے عزیز جناب ارشاد حسین صاحب فاروقی المتخلص تنویرؔ مقیم ہیں، وہ مجھے جناب شعیب اعظمی صاحب پروفیسر جامعہ ملیہ جو بٹلہ ہاؤس دہلی میں رہتے ہیں، اُن کے دولت کدہ پر لے گئے جہاں اعظمی صاحب سے نیاز حاصل ہوا، اعظمی صاحب موصوف نہایت مخلص سادہ طبیعت

درویش صفت شخصیت کے مالک ہیں اور بزرگانِ دین سے بے پناہ محبت رکھتے ہیں دورانِ گفتگو جب میں نے دیوانِ نجم مطبوعہ اُن کی خدمت میں پیش کیا اور فارسی ترجمہ کے لئے عرض کیا تو اُنہوں نے بے ساختہ فرمایا کہ میں حضرت کے فارسی کلام کا ترجمہ ضرور کردونگا، اور عزیزم ارشاد حسین صاحب تنویر فاروقی کو فرمایا کہ تم بھی اپنی علمی لیاقت کے مطابق حضرت کے کلام کا ترجمہ کرنے کی کوشش کرو اور جب بھی وقت ملے میرے پاس آجایا کرو تاکہ نظرثانی کرکے حضرت کے فارسی کلام کا ترجمہ مکمل کردیا جائے۔ بہرکیف جناب اعظمی صاحب موصوف نے اپنی سرپرستی میں حضرت کے فارسی کلام کا ترجمہ مکمل کروادیا۔

جناب شعیب اعظمی صاحب اور عزیزم ارشاد حسین صاحب تنویر فاروقی کا بیحد ممنون و مشکور ہوں، میں جناب خدا داد خان صاحب مونس سابق ناظمِ اعلیٰ خانقاہ حضور غریب نوازؒ اجمیر شریف کو بھی فراموش نہیں کرسکتا کیونکہ انہوں نے بھی دیوان خواجہ نجم کے سلسلے میں مجھے اپنے مفید مشورے سے نوازا ہے جو لائق تحسین ہے۔

ناظرین یہاں یہ بھی ظاہر کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ جناب حاجی شوکت علی خان صاحب جوہان المتخلص جذبی کا گھرانہ شروع ہی سے حضرت خواجہ نجم الدین صاحبؒ سے بیحد عقیدت رکھتا ہے اور آج بھی حضرتؒ موصوف کی خانقاہ سے جڑا ہوا ہے الحمد للہ دیوان خواجہ نجم جو آپ کے ہاتھ میں ہے اُسے شائع کروانے میں جذبی صاحب نے تعاون فرماکر اپنی حُسنِ عقیدت کا جو اظہار کیا ہے وہ لائقِ تحسین ہے۔

آخر میں اُن تمامی حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے دیوان نجم کے سلسلے میں دامے، درمے، سخنے تعاون فرمایا ہے۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں توفیق خیر عطا فرمائے اور بزرگانِ دین کے نقشِ قدم پر گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

دُعاگو
پیر غلام جیلانی نجمی

جذبی صاحب کا مختصر تعارف
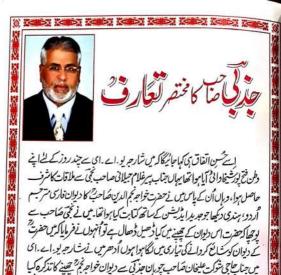
اِسے حُسنِ اتفاق ہی کہا جائیگا کہ میں شارجہ یو۔اے۔ای سے چند روز کے لئے اپنے وطن فتح پور شیخاواٹی آیا ہوا تھا یہاں جناب پیر غلام جیلانی صاحب نجمی سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، وہاں اُن کے پاس میں نے حضرت خواجہ نجم الدین صاحبؒ کا دیوان فارسی مترجم اُردو، ہندی دیکھا جو جدید ایڈیشن کے ساتھ کتابت کیا ہوا تھا۔ میں نے نجمی صاحب سے پوچھا کہ حضرت اس دیوان کے چھپنے میں کیا ڈھیل ڈھال ہے تو اُنھوں نے فرمایا کہ میں حضرتؒ کے دیوان کو شائع کروانے کی تیاری میں لگا ہوا ہوں اُدھر میں نے شارجہ یو۔اے۔ای میں جناب حاجی شوکت علیخان صاحب چوہان جذبی سے دیوان خواجہ نجمؒ چھپنے کا تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا سُبحان اللہ اور مجھ سے فرمایا کہ آپ نجمی صاحب سے کہئے گا کہ دیوان خواجہ نجم کو میں چھپوانے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے نجمی صاحب جب جناب حاجی شوکت صاحب موصوف کی اس خواہش اور خدمت کا ذکر کیا تو نجمی صاحب نے جذبی صاحب کی اس خدمت کو منظوری عطا فرمادی۔

حضرات گرامی، جناب حاجی شوکت علیخاں صاحب المتخلص جذبی موصوف ایک سماجی کارکن ہیں اور خدمتِ خلق میں پیش پیش رہتے ہیں علاوہ ازیں آپ کو شعر و شاعری سے بھی بیحد لگاؤ ہے آپ جذبی تخلص فرماتے ہیں آپ کا دیوان بھی انشاء اللہ عنقریب کلامِ جذبی کے عنوان سے شائع ہو کر منظرِ عام پر آرہا ہے۔ جذبی صاحب کی ادبی، سماجی خدمات کے چند نمونے (مشتے نمونہ از خروارے) تحریر کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

حضرات گرامی، فتح پور شیخاواٹی میں پہلے پہل آل راجستھان مشاعرہ کرنا آپ ہی کا شوق کا نتیجہ ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔ حضرات گرامی، دورانِ ایمرجنسی آپ ہی کی ہمت عالی تھی

کہ آپ نے اپنے ذاتی اخراجات سے سبھاش گورنمنٹ اسکول فتحپور شیخاواٹی میں جسے عام طور پر
آج بھی کھڈیکان اسکول کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے حکومتِ راجستھان سے جدوجہد
کر کے اُردو طلباء کے لئے شعبۂ اُردو قائم کرنے کی منظوری حاصل کی الحمدللہ آج بھی یہ شعبۂ
اُردو اپنے عروج پر ہے۔

حضرات گرامی، جذبی صاحب موصوف کی ادبی اور سماجی خدمات کو مدِ نظر رکھتے
ہوئے مرحوم جناب حاجی اصغر علیخان صاحب منشی نے جو اسلامیہ اسکول عیدگاہ فتحپور
کے مہتمم تھے انہوں نے بھی اپنے اختیارات جناب جذبی صاحب موصوف کو منتقل فرماکر
عیدگاہ اسکول مذکور کی خدمت کرنے کا موقع فراہم کیا جس کی بنا پر جذبی صاحب نے
طلباء کی فلاح و بہبودی کے لئے پرانے نظام کو ترمیم فرماکر تعلیمی شعبہ میں وقت کے لحاظ
سے جدیدیت بخشی جسے قوم نے بیحد سراہا جو لائقِ تحسین ہے۔

جناب جذبی صاحب کے لئے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ انہیں اجرِ عظیم عطا فرمائے
اور بزرگانِ دین اور خلقِ خدا کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آخر میں اس مضمون
کو علامہ ڈاکٹر محمد اقبال صاحب کے اس شعر پر ختم کرتا ہوں ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

طالب کرم

انوار احمد سرخیل

حال آباد شارجہ یو۔اے۔ای

حرفِ چند

صوفیائے کرام خواہ کسی سلسلہ کے رہے ہوں، ہمیشہ علم وادب سے دلچسپی اور گہرا تعلق رکھتے رہے ہیں اور بعضوں نے شعر و شاعری سے غیر معمولی شغف برتا ہے چنانچہ فارسی زبان میں ملفوظات کے مجموعوں میں اکثر و بیشتر اشعار استعمال ہوتے ہیں اور بہت سے صوفیا نے مثنویات دواوین اور کلیات یادگار چھوڑی ہیں اور وہ فارسی ادبیات کا قابل قدر سرمایہ ہیں۔

ابوسعید ابوالخیر سنائی، عطار اور رومی کے آثار اس کے شاہد ہیں اور اس کے علاوہ صدہا ملفوظ، دیوان، فارسی داں ملکوں کے کتب خانوں مدارس، خانقاہوں میں موجود ہیں جن میں معروف اور غیر معروف صوفیاء اور مشائخ کے کلام کے نمونے بکثرت مل جائیں گے۔ چنانچہ ہندوستان میں جہاں ایک طرف سرکاری طور پر فارسی زبان وادب کو فروغ حاصل ہوا، وہیں منتقد نامہ ادب، صوفیا کی کوشش سے پروان چڑھا خانقاہی نظام میں قادریہ، سہروردیہ، نقشبندیہ اور چشتیہ یہاں بہت معروف و مقبول ہوئے لیکن چشتیہ کو سب پر سبقت اس لئے بھی حاصل ہوئی کہ ان کے یہاں عمل کے ساتھ ساتھ علم بھی تھا اور اگرچہ صاحب تصنیف نہ رہے ہوں، مگر ان کی گفتگو، خطوط اور ارشادات و اشارات

میں جو لطائف نکات اور اشعار در آئے ہیں وہ ادب اور شاعری سے تعلق کا واضح اور بین ثبوت ہیں۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ سے لیکر خواجہ بندہ نواز گیسو دراز تک کے احوال و آثار دیکھ ڈالئے کیسے کیسے علمی حوالے بزرگوں اور اسلاف کے علمی کارناموں اور دین و ادب کی گراں قدر کتابوں کا ذکر مل جائے گا اور ان کے شعری ذوق و شوق کا نمایاں اظہار بھی۔

انھیں چشتیہ بزرگوں میں ایک صاحب دیوان بزرگ خواجہ حاجی محمد نجم الدین صاحب چشتی سلیمانی ملقب بہ پروانہ بھی ہیں جو فتحپور شیخاوٹی راجستھان سے نسبت بھی رکھتے ہیں۔ ان کی حیات طیبہ اور شجرۂ نسب سے جو مناقب الحبیب کے دیباچہ میں تعارفاً درج ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خاندانی بزرگ ہیں جن کی پیدائش کے موقع پر ایک کامل بزرگ نے صاحب رتبہ اور اولیائے عظام میں سے ہونے کی الہامی پیش گوئی کی تھی۔ ریاضت، عبادت کا شوق بچپن سے تھا۔ تنہائی، گوشہ گیری، تلاش مرشد، سفر دہلی، خواجہ اجمیری کے عرس میں حاضری، عالم رویا میں اپنے پردادا حضرت حمید الدین صوفی ناگوریؒ کے مزار مبارک پر خواجہ کی ہدایت کے مطابق حاضری دینا اور پھر وہاں کے غیبی اشارے پر بارگاہ سلیمانی واقع سنگھڑ میں حاضری اور پھر ان کے حضور میں باریابی کا شرف۔ مجمع عظیم میں چشتیہ بہشتیہ، نظامیہ سلسلہ میں بیعت حاصل کرنا تو تھا ہی، وہاں مقیم ہو کر مجاہدہ، ریاضت، سلوک اور طریقت کے تمام علوم سے بہرہ ور ہو کر، خواجگان چشت کی روحانی نعمتوں سے مالا مال ہو کر، ناگور، مارواڑ اور فتحپور کی ولایت حاصل کی اور وطن مالوف واپس ہو کر ارشاد و بیعت کی مسند پر متمکن ہوئے۔ سفر حج فرمایا، مریدوں کی بہتات اور عقیدتمندوں کے مجمع کثیر کی بنا پر مسجد اور خانقاہ تعمیر کروائی، مرشد کی زندگی تک بارگاہ سلیمانی میں حاضری دیتے رہے اور وصال کے بعد اپنی خانقاہ میں

ان کا عرس کرواتے اور آخر کار ہر بندۂ خدا کی امانت ۱۹ رمضان المبارک ۱۲۸۵ ہجری کو راہیٔ ملک عدم ہوئے اور دم آخر زبان مبارک پر بار ہا دیدار دوست وصال یار کے شیدائی اور مشتاق جاناں کی زبان پر یہ اشعار تھے

غبار خاطر عشاق مدعا طلبی است — بہ خلوتی کہ منم یاد دوست بے ادبی است
اے عاشقاں اے عاشقاں من عاشق دیرینہ ام — اے صادقاں اے صادقاں من عاشق دیرینہ ام

پہلی بیت میں خواجہ حافظ شیرازی اور دوسری بیت میں جلال الدین رومی کا انداز جھلکتا ہے اور بہت ممکن ہے کہ یہ دونوں بیت انھیں کی ہوں مگر اس نتیجے پر پہنچنے میں دیر نہیں لگتی کہ خواجہ نجم الدین صاحب کا شعری ذوق کیسا تھا اور ان کے مطالعہ میں کس کس کا کلام رہا ہوگا اور انھوں نے کیسے اشعار کہے ہوں گے ؟

ان کا پیش نظر دیوان ان تمام روایتی اوصاف کا حامل ہے جو ہمارے بزرگ شعرا اور خصوصاً صوفی شعرا کا طرہ امتیاز رہا ہے۔ حمد، نعت اور اپنے سلسلہ چشت کے بزرگوں اور پھر اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ سلیمانؒ سے بے پناہ محبت، عقیدت اور نسبت کا اظہار ردیف وار فارسی، اردو، ہندی کی غزلوں میں ہوا ہے۔ عشق، ہجر و فراق، مجنوں و لیلیٰ کی سی بے قراری وصال یار اور دیدار دوست کا اضطراب، دل کی کافری کو تشنگیٔ یار میں باد نسیم کے ذریعہ پیغامبری کا جام وحدت نوش کرنا، زاہدی و عابدی سے دامن جھاڑ کر کفر والحاد کے دائرہ میں داخل ہوتے، رندی اور قلاشی سے رشتہ جوڑنے، آزادہ روی اور صلح کل کی ردا اوڑھ کر میکدہ و مسجد کا امتیاز ختم کرنے اور خرقہ و سجادہ صومعہ اور زاہد کا فرق مٹا دینے کا ذکر ملتا ہے۔ مثلاً خدا کا جمال و جلال مختلف صورتوں میں ظاہر ہے۔

الٰہی چوں جمال خود نمودی در جہاں پیدا — بعشقت مبتلا گشتند ہر سو عاشقاں پیدا
جمال و ہم جلال خود نمودی در جہاں پیدا — ہمہ از نور تو گشتند ایں نار و جناں پیدا

گہی خود را نمائی در جمال ایں پری رویاں
گہی آئی بشکل عاشقاں بے دل لا پیدا

روی در بتکدہ گاہی بہ زنارے گلو کردہ
تے باشی گہی خود را کنی پیر مغاں پیدا

حضرت خواجہ نجم الدین حضور اکرم کو ملجا و ماوی سمجھ کر ان سے فریاد کرتے ہیں

حیران و بے قرارم فریاد یا محمد
جز تو دگر ندارم فریاد یا محمد

ملجائی ما غریباں در دو جہاں تو ہستی
کن دشمنانِ خوارم فریاد یا محمد

خدا کا واسطہ دے کر سر در کونین سے التجا کرتے ہیں اور اپنا اضطرار دور کرنا چاہتے ہیں۔

ایں نجم ناتواں را فریاد رس خدا را
کن دور اضطرارم فریاد یا محمد

یا یہ بمعنی :۔

کسے کہ قرب خود در بارگاہِ کبریا دارد
دیا در محفلِ حضرت رسولِ مصطفٰے دارد

اور پیروں کے سلسلے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ کر جانے کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حسن بصریؒ سے شروع کر کے نامور ہندوستانی چشتیہ بزرگوں کا ذکر اپنے پیر اور خود پر ختم کرتے ہیں۔

خلیفۂ حق چوں آخر بر زمیں شد
رسول اللہ ختم المرسلیں شد

معین الدین و قطب الدین مسعود
کہ لقبش گنج شکر اجودھیں شد

نظام الدین نصیر الدینؒ مقبول
کمال الدین علامہ ازیں شد

زفخر الدین وہم نورِ محمدؐ
سلیماں شد از و ایں نجم دیں شد

پیر و مرشد کے ذکر سے کم غزلیں خالی ہیں۔ عشق حقیقی ہے یا مجازی اندازہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے نماز، روزہ اور حج جیسی فرض چیزیں بھی پیر کی عظمت اور خیال کے سامنے اپنی اہمیت کھو دیتی ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

جلوۂ حج را بمن ہرگز مدہ اے حج فروش
جز طواف کعبۂ کویش نباشد کار ما

شکر ایزد را کہ در ایں دورِ عمر از لطف خود
کردہ یا چندیں نزاکت شہہ سلیماں یار ما

شاہ سلیمان سبھی کچھ ہیں :۔

شہ سلیماں وسیلۂ نجمؔ است　　ہم شفیع منست آں سالار

پیر کو پیغمبر سلیماں اور خود کو چیونٹی کہا ہے۔

سلیماں وار گر از راہ الطاف　　چہ باشد مور مسکین را نوازد

جو سلیماں کا مرید نہ ہوں کف افسوس ملتا ہے:۔

میگزد دست تاسف اے نجمؔ　　ہر کہ او را چوں سلیمانؒ یار نیست

پیر و مرشد سلیمانؒ کے قدم حجر اسود کا مرتبہ رکھتے ہیں اور ان کا چہرہ قبلہ ہے۔

قبلہ ام روے سلیماں قدمش اسود حجر　　روز و شب سجدہ ایں نجمؔ باآں خواہد بود

نجم گر عاصی است از عصیاں چہ باک　　دست در دست سلیماں دادہ ام

وہ شاہ سلیماں اور سلسلہ چشتیہ کے بندے اور خادم زندگی بھر رہیں گے

منم از خادمان شہ سلیمانؒ　　مدام از نالم و نازندہ باشم

مرید خاندان خواجگانم　　وسیلہ چشتیاں جوئندہ باشم

اگر حق الیقین کا عزم ہے اور حور عین کی طلب ہے تو پیر سنگھڑ کے دربار

کا رخ کرنا چاہیے۔

غلام شاہ تونسہ شو اگر دنیا و دیں خواہی　　بسوئے ملک سنگھڑ رو اگر حق الیقیں خواہی

غم دوزخ نمی دارم مرید پیر افغانم　　رضائے شہ سلیماں جو دلا گر حور عیں خواہی

وہ عارف ہیں اور حل و حرمت سے آزاد نور خدا کعبہ و بتخانہ میں دیکھتے

ہیں اور اپنے عارفانہ کلام کو نہ سمجھنے والوں کو نادان گردانتے ہیں:۔

حل و حرمت باریک شیمزند پیش عارفاں　　مظہر نور خدا ایں کعبہ و بتخانہ ہست

ہزل می دانند غزل نجمؔ را گو جاہلاں　　لیک پیش عارفاں ایں شعر من عرفانہ ہست

وہ روایتی شعراء کی مانند عابد، زاہد، شیخ کو طنز کا نشانہ بناتے ہیں اور

صنم کے حسن میں جمال خدا دیکھتے ہیں۔

عاشقاں را با مشیخت کار نیست　　آرزو شان جز جمال یار نیست

بت پرستی را بمن نسبت کنند　　عاشقاں را زیں تلفظ عار نیست

ایں جمال صنم جمال خدا لست　　ذات حق کردہ آمد ایں پوشاک

اسی قسم کے خیالات اور نظریات کی حامل شاعری خواجہ نجمؒ نے کی ہے بسا اوقات کفر و ایمان کی حدیں پار کر جاتے ہیں اور اس ایمان و عقیدہ کو عوام الناس تسلیم نہیں کر سکتے اور وہ لوگ خود ان کو کیا معنی پہناتے ہیں اور کیا مفہوم مراد لیتے ہیں کیونکہ یہ ان کی قلندرانہ بات عام آدمی کے یقین و امکاں سے باہر ہے قلندری ان کا پیشہ ہے۔

گہے آمد قلندر وار گردم　　بکوئے او پے دیدار دوست

خواجہ نجم الدینؒ کے کلام میں اکثر و بیشتر عراقی، خسرو اور خواجہ حافظ کا بہت گہرا اثر پایا جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا غزل گوئی کی فکر میں وہ ان شعراء کا کلام اور خیال پیش نظر رکھتے تھے۔ عراقی، خسرو اور حافظ کے رنگ کے اشعار بھی جا بجا دیکھے جا سکتے ہیں:۔

آں روز کہ ساقی ہمہ را جام بداد　　دو پیالہ بایں عاشق بدنام بداد

عراقی کا شعر یاد آجاتا ہے

بختین بادہ کاندر جام کردند　　ز چشم مست ساقی دام کردند

عاشقاں را بامشیخت کار نیست　　آرزو شان جز جمال یار نیست

خسرو کی غزل کا شعر

خلق می گوید کہ خسرو بت پرستی میکند　　آرے آرے میکنم با خلق عالم کار نیست

الٰہی در جہاں تا زندہ باشم　　بیاد روے تا پائندہ باشم

خسرو کا مشہور مصرعہ　　کرم کردی الٰہی زندہ باشم

یا:۔

سرو قد چہ خفتۂ بہر خدا قیام کن　　در چمن نشاط خود خیز بیا خرام کن

اس کے علاوہ بھی بہت سی غزلوں میں خسرو کا رنگ نمایاں ہے مگر حافظ کا رنگ سب سے زیادہ قبول کیا ہے۔ نہ صرف ردیف و قافیہ کو مد نظر

رکھا گیا بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ حافظ کے مضامین استعارات، تشبیہات، کنایات حتیٰ کہ اصطلاحات اور ترکیبات کو بھی پیش نظر رکھا ہے مثلاً قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند والے معروف مضمون کو خواجہ نجم الدین صاحبؒ نے اس طرح باندھا ہے :۔

کاں امانت را اباکرد جبال ارض و سما　　　ہمتم را بیں کہ چوں برداشت بر سر الغیاثؒ

"خواہد بود" کے قافیہ اور ردیف میں حافظ کی مشہور غزل پر ان کے دو تین اشعار ملاحظہ ہوں :۔

تادریں کالبدم روح وروان خواہد بود　　　عشق آں بت بدلم آفت جاں خواہد بود
چوں مرا بعد مماتم بنہند در تہ خاک　　　عشق من از لحدم نیز عیاں خواہد بود
قبلہ ام روے سلیماں قدمش اسود حجر　　　روز و شب سجدۂ این نجم بآں خواہد بود

خواجہ نجم الدین صاحب نے دیوان میں روایتی شعرا اور ان کی غزلیات کی کامیاب پیروی ہے جیسے :۔

اے دل بہ سنگدل چہ شدی مبتلا عبث　　　بر سر نہادۂ تو چرا ایں بلا عبث
یارم طریق جور و جفا پیشہ خویش کرد　　　خوئے وفا گزاشتہ در ایں بلا عبث

یا یہ شعر :۔

گر وصال یار خواہی جاں بدہ در کوے دوست
دین و دل ایمانِ خود را کن فدا بر روے دوست
اے نسیم صبح گو از لطف با آں گلعذار
حال پُر اندوہ مارا چوں خرامی سوئے دوست

الحمد للہ یہ مترجم دیوان فارسی زبان اور شاعری کی اس کساد بازاری میں جناب پیر غلام جیلانی بخش صاحب ابن حضرت خواجہ غلام سرور صاحب سجادہ نشین درگاہ صاحب دیوان خواجہ نجم الدین صاحبؒ جو سلیمانی سلسلے کی کڑی ہیں، کی یہ کوشش قابل ستائش ہے کہ انھوں نے اپنے جدِ امجد کا

فارسی دیوان اردو ایڈیشن یعنی مع ترجمہ کے شائع کر کے خانقاہی نظام اور سلسلے کے لوگوں کے لئے عام فہم بنا دیا۔

دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو بار آور فرمائے اور سلیمانی سلسلے کے اہل ذوق حضرات اس سے مستفیض ہوں۔

فقط

پروفیسر شعیب اعظمی
جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی۔

عرضِ مترجمؔ

فتحپور شیخاواٹی کی وہ عظیم ہستی کہ جن کو حضرت خواجہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمہ نے فتحپور شیخاواٹی کی ولایت سے سرفراز کیا۔ مجھے ان کے آستانۂ عالیہ پر بارہا حاضری کا شرف حاصل ہوا ہے اور جب جب فتحپور جانا ہوتا ہے آپ کے دَر پر اکثر و بیشتر حاضر ہوتا ہوں۔ ویسے بھی فتحپور سے ایک خاص نسبت ہے یعنی خاکسار کا ننہال بھی ہے۔ بچپن میں کئی مرتبہ حضرت خواجہ حاجی محمد نجم الدین صاحب علیہ الرحمہ کے اعراس میں شرکت کے مواقع ملے مگر کبھی یہ خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ مجھے حضرت کے فارسی کلام کا ترجمہ کرنے کا شرف و سعادت حاصل ہوگی ۔ یہ حضرت کا نہایت لُطف و کرم اور روحانی فیض ہی ہے جو انھوں نے مجھ کم علم کو اس بات کی توفیر بخشی۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ مجھ خاکسار میں یہ صلاحیت کہاں تھی کہ حضرت کے فارسی کلام کا ترجمہ کر سکتا۔

ترجمہ کے سلسلے میں کن کن دشواریوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا یہ مختصراً میں قارئین کو بتانا چاہتا ہوں کہ محترمی پیر غلام جیلانی صاحب اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ غلام سرور صاحب کے دیوان کی کتابت اور اُسے شائع کرانے کے سلسلے میں دہلی تشریف لایا کرتے تھے۔ اس وقت میں دہلی میں نیا نیا مقیم ہوا تھا۔ ایک روز آپ سے ملاقات ہوئی تو مجھے یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ انھوں نے بزرگوں کے دواوین اور دیگر کتبِ نادرہ کو شائع کرانے کا ارادہ کیا ہے۔ نیز انھیں کی کوششوں کے سبب اب خواجہ سرور صاحبؒ کا دیوان شائع ہوکر منظرِ عام پر آ چکا ہے۔ اور اب خواجہ حاجی محمد نجم الدین صاحبؒ کے دیوان کو بھی شائع کرنے کی سعادت

عرضِ مترجم

فتحپور شیخاواٹی کی وہ عظیم ہستی کہ جن کو حضرت خواجہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمہ نے فتحپور شیخاواٹی کی ولایت سے سرفراز کیا۔ مجھے ان کے آستانۂ عالیہ پر بارہا حاضری کا شرف حاصل ہوا ہے اور جب جب فتحپور جانا ہوتا ہے آپ کے دَر پر اکثر و بیشتر حاضر ہوتا ہوں۔ ویسے بھی فتحپور سے ایک خاص نسبت ہے یعنی خاکسار کا ننہال بھی ہے۔ بچپن میں کئی مرتبہ حضرت خواجہ حاجی محمد نجم الدین صاحب علیہ الرحمہ کے اعراس میں شرکت کے مواقع ملے مگر کبھی یہ خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ مجھے حضرت کے فارسی کلام کا ترجمہ کرنے کا شرف و سعادت حاصل ہوگی۔ یہ حضرت کا نہایت لُطف و کرم اور روحانی فیض ہی ہے جو انھوں نے مجھ کم علم کو اس بات کی توفیق بخشی۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ مجھ خاکسار میں یہ صلاحیت کہاں تھی کہ حضرت کے فارسی کلام کا ترجمہ کر سکتا۔

ترجمہ کے سلسلے میں کن کن دشواریوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا یہ مختصراً میں قارئین کو بتانا چاہتا ہوں کہ محترمی پیر غلام جیلانی صاحب اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ غلام سرور صاحب کے دیوان کی کتابت اور اُسے شائع کرانے کے سلسلے میں دہلی تشریف لایا کرتے تھے۔ اس وقت میں دہلی میں نیا نیا مقیم ہوا تھا۔ ایک روز آپ سے ملاقات ہوئی تو مجھے یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ انھوں نے بزرگوں کے دواوین اور دیگر کتبِ نادرہ کو شائع کرانے کا ارادہ کیا ہے۔ نیز انھیں کی کوششوں کے سبب اب خواجہ سرور صاحبؒ کا دیوان شائع ہو کر منظرِ عام پر آ چکا ہے۔ اور اب خواجہ حاجی محمد نجم الدین صاحبؒ کے دیوان کو بھی شائع کرنے کی سعادت

حاصل کر رہے ہیں۔ محترمی جیلانی صاحب کی یہ خواہش تھی کہ حضرت خواجہ نجم الدین
صاحبؒ کے فارسی کلام کو مع ترجمہ جدید ایڈیشن کے ساتھ شائع کیا جائے تو یہ
ہمارے لیے عین خوش نصیبی ہوگی۔

ایک روز خاکسار اسی فکر میں مستغرق تھا کہ ترجمہ کے اس مشکل مرحلہ کو کس طرح
حل کیا جائے؟ تبھی یہ خیال آیا کہ کیوں نہ میں خود ترجمہ کرنے کی کوشش کروں
بس اس خیال کا آنا تھا کہ قلم اٹھایا اور ایک ایک شعر کا نہایت غور وفکر کے
بعد اپنے سادہ و سلیس الفاظ میں ترجمہ کرنا شروع کر دیا۔ اگرچہ میرے جیسے کم علم
کے لیے یہ نہایت مشکل مرحلہ تھا مگر یوں لگ رہا تھا جیسے خواجہ نجم الدین صاحبؒ
کی نظرِ عنایت میری رہنمائی کر رہی ہے تبھی تو یہ مشکل کام میرے لیے آسان ہوگیا۔
تقریباً نصف دیوان کا ترجمہ کرنے کے بعد ایک روز میں جناب پروفیسر شعیب
اعظمی صاحب جو جامعہ ملیہ اسلامیہ کے شعبۂ فارسی میں استاد رہے ہیں کی خدمت
میں حاضر ہوا۔ پہلی ہی ملاقات میں انھوں نے میری جس قدر حوصلہ افزائی فرمائی
وہ قابلِ ستائش ہے۔ پروفیسر صاحب سے اپنا مختصر تعارف حضرت خواجہ
نجم الدین صاحبؒ کے مختصر حالات اور ان کے دیوان کو شائع کرانے کے ارادہ
کے بارے میں انھیں بتایا تو اُن کو بہت خوشی ہوئی۔ پھر حضرت کے فارسی دیوان
اور اپنے کیے ہوئے ترجمہ کو ان کے سامنے رکھا، آپ نے دیوان کو ایک نظر
دیکھا اور ترجمہ کے بارے میں فرمایا کہ اسی طرح پورے دیوان کا ترجمہ کرنے کے
بعد آپ میرے پاس تشریف لے آئیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اس طرح پروفیسر شعیبؔ
اعظمی صاحب کی سرپرستی میں اس فارسی دیوان کا ترجمہ مکمل ہوا۔ حقیقت تو یہ ہے
کہ میری کاداک لکیروں کو پروفیسر صاحب نے حسین نقش و نگار بنا دیا۔ یہ آپ
کی نوازش ہے کہ میں نے جب جب آپ سے وقت مانگا تو آپ نے مجھے اپنی تمام تر
مصروفیات کے باوجود نہایت خوش اخلاقی اور فراخ دلی کے ساتھ خوش آمدید

کہا اور ہر ہر قدم پر میری رہنمائی کی اور انتہائی تعاون فرمایا جس کے لیے میں ان کا تہِ دل سے ممنون و مشکور ہوں۔ میں اپنی کاوشوں میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں یہ با ذوق و باصلاحیت قارئین ہی بتا سکیں گے۔

اب چند الفاظ میں حضرت کی شان میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کے تفصیلی حالات آپ حضرات اس دیوان کے شروع میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ میں یہاں مختصراً یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ ولادت سے رحلت تک کے حالات پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ ایک ولیٔ کامل، صوفیٔ باصفا، ایک جیّد عالم، ایک زبردست عامل، ایک دیوانہ وار عاشق، اپنے پیر و مرشد کے بے انتہا شیدائی و فدائی، یادِ الٰہی میں مستغرق، ایک بندۂ عاجز، عاشقِ رسول، ایک مینارۂ تقویٰ و پرہیزگاری، ایک رحم دل انسان، مخلوقِ خداوندی کو پیار کرنے والی شخصیّت، خوش مزاج طبیعت، خوش اخلاق طینت، خوشنما سیرت اور اپنے زمانہ کی بے مثال شخصیت تھے۔ آپ نے تقریباً ۵۲ برس کی عمر پائی۔

حضرت خواجہ سلیمان تونسویؒ کے دستِ مبارک پر بیعت کے بعد سے آپ کا یہ معمول رہا کہ تین مہینے اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں گذارا کرتے تھے اور باقی نو ماہ خواجگانِ چشت کے مزارات کی زیارت، فتحپور اور جھنجھنوں میں بسر کرتے تھے۔ غور طلب امر یہ ہے کہ اتنی قلیل مدّت میں آپ نے کس قدر کتب بینی کی ہوگی۔ آپ کا مطالعہ اس قدر وسیع تھا کہ اتنی کم مدّت میں آپ نے ۲۹ کتابیں تصنیف کیں جن میں بعض تو نہایت ضخیم ہیں۔ انھیں فارسی زبان و ادب پر مکمّل دسترس حاصل تھی۔ اپنے پیر و مرشد کی خدمت، دینیات و ادب کی کتب کا مطالعہ سفر و حضر و دیگر مصروفیات اور وظائف میں کتنا وقت صرف کیا کرتے تھے، ان تمام کے باوجود آپ نے اردو، ہندی اور فارسی میں جو کچھ کہا وہ ان کی خداداد ذہانت ولیاقت کا بیّن ثبوت ہے۔ اتنے کم عرصہ میں فارسی، اردو اور ہندی

یں اس قدر مستند تصانیف اور دواوین کی تخلیق کوئی معمولی کارنامہ نہیں ہے۔
صوفی شعراء و ادباء کی تخلیقات میں حضرت خواجہ محمد نجم الدین صاحبؒ پروانہ کی تصانیف اپنا منفرد مقام رکھتی ہیں اور ان کی کتابیں شیخاواٹی علاقہ کے شعرو ادب کا سرمایہ ہیں۔

آپ نے اپنے کلام میں وہی روایتی انداز اختیار کیا ہے جو قدیم شعراء کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ آپ نے حمد و نعت کے علاوہ خصوصاً غزلیات میں طبع آزمائی کی اور اکثر و بیشتر غزلیات میں کسی نہ کسی پیرائے میں کبھی اشارتاً تو کبھی کنایتاً اپنے پیرومرشد کا ذکر کیا ہے۔ آپ کو اپنے پیرومرشد سے بے پناہ عشق و عقیدت، دیوانہ وار محبت اور بہت قوی نسبت تھی۔

آخر میں ایک مرتبہ میں پھر جناب پروفیسر شعیب اعظمی صاحب کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ جنہوں نے ایک شفیق استاد کی طرح میری رہنمائی فرمائی۔ ان کے علاوہ میں محترمی جناب پیر غلام جیلانی نجمی صاحب کا بھی بے حد ممنون ہوں کہ انھوں نے مجھ ناچیز کو یہ مواقع فراہم کیا۔

احقر

اِرشاد حسین فاروقی تنویر

اِبنِ حاجی حکیم ولی محمد فاروقی

ایم۔ اے (اُردو) پوسٹ گریجویٹ ڈپلومہ

صحافت و فارسی معلّم اُردو

(ذاکرنگر، نئی دہلی ۲۵)

دیوانِ خواجہ نجم فارسی

مصنف

خواجہ نجم الدین صاحب الفاروقی

فتح پور

غزل

الٰہی چوں جمالِ تو نمودی درجہاں پیدا ۔۔۔ بعشقت مبتلا گشتند ہر سو عاشقاں پیدا

اے اللہ جب تو نے اپنا جمال اور زیبائی دنیا میں ظاہر کر دیا (تو) ہر طرف تیرے عشق میں عاشقوں کی جماعت پیدا ہو گئی

جمال و ہم جلالِ خود نمودی درجہاں پیدا ۔۔۔ ہمہ از نورِ تو گشتند ایں نار و جناں پیدا

تو نے اپنا جلال و جمال یعنی حسن و شان دنیا میں ظاہر کیے تو کیا نار اور کیا نوری یعنی جنت و جہنم دونوں تیرے نور سے ہو گئے

گہے خود را نمائی در جمالِ ایں پری رویاں ۔۔۔ گہے آئی بشکلِ عاشقانِ بیدلاں پیدا

کبھی تو اپنے جمال کو ان خوبصورت چہرے والوں میں ظاہر کرتا ہے (کبھی) تو اپنے آپ کو ان بیدل عاشقوں کی شکل میں نمودار کرتا ہے

گہے جلوہ کنی در شکلِ رندانِ خراباتی ۔۔۔ گہے باشی بصورت عابدان و زاہداں پیدا

کبھی تو اپنا جلوہ اپنے عشق کے میخانے کے رندوں میں دکھاتا ہے (تو) کبھی تو عابدوں و زاہدوں کی شکل میں جلوہ افروز ہوتا ہے

نمائی خویش را گاہے بشکلِ رہبرانِ کامل ۔۔۔ گہے جلوہ کنی در صورتِ ایں گمرہاں پیدا

کبھی اپنے آپ کو تو نے رہبرانِ کامل کی شکل میں نمودار کیا (اور) کبھی تو نے اپنا جلوہ اس راہ میں کھوئے ہوؤں میں ظاہر کیا

ہزاراں مسلماں کردی ز شکمِ کافراں ظاہر ۔۔۔ ز بطنِ مومناں کردی ہزاراں کافراں پیدا

کافروں کے یہاں تو نے ہزاروں مومن پیدا کر دیے اور تو نے مومنوں کے گھروں میں ہزاروں کافر پیدا کر دیے

روی در بتکدہ گاہے بہ زنارے گلو کردہ
کبھی تو بتکدے میں گلے میں جنیو ڈالے ہوئے داخل ہوتا ہے

بتے باشی گہے خود را کنی پیرِ مغاں پیدا
کبھی تو بت کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے کبھی خود کو پیرِ مغاں بنا کر پیش کرتا ہے

گہے بہرِ نمازِ خود بکف تسبیح و سجادہ
کبھی خود ہی اپنی نماز کیلئے ہاتھوں میں تسبیح و سجادہ لیے ہوتا ہے

نہادہ آئی گہہ باشی بشکلِ مسجداں پیدا
اور کبھی مسجد میں نمازیوں کی شکل میں دکھائی دیتا ہے

بدادی چشمِ عارف را نہ بیند غیر تو ہرگز
تو نے عارف کو وہ آنکھ دی کہ تیرے سوا کسی اور کو نہیں دیکھتا

بغیرت آمدی ظاہر بچشمِ جاہلاں پیدا
اور کبھی جاہلوں کی آنکھ میں تو نمایاں بن کر نظر آتا ہے

ز بحرِ وحدتت یارب بہ ریزی جرعہ در کامم
اے اللہ تو اپنی وحدت کے سمندر کا ایک گھونٹ میرے حلق میں ڈال دے

کہ تا بینم کمالِ تو بشکلِ ایں بتاں پیدا
تاکہ میں تیرے کمال کو ان ظاہری بتوں میں دیکھ لوں

خدایا نجم را کن غرق در بحرِ جمالِ خود
اے اللہ نجم کو تو اپنے جمال کے سمندر میں غرق کر دے

گمانِ خلق گر آید بمن یا این و آں پیدا
اگر خلق کو میرے یہ اور وہ کے تمیز پر کوئی گمان ہوتا ہو

غزل

اے صبا اگر بگذری در کوئے آں دلدارِ ما
اے صبح کی ٹھنڈی ہوا اگر تو ہمارے اس محبوب کے کوچہ سے گزرے

عرض کُن حالِ مرا پیش آں بتِ غم خوارِ ما
تو ہمارا حالِ پریشاں ہمارے اس غمخوار بت کو سنا دینا

عاشقت از بہرِ تو صحرا نوردی میکند
میں تیرے عشق میں مبتلا ہو کر صحرا نوردی کرنے لگا ہوں

عزم کُن سوئیم تو اے آہوئے خوش رفتارِ ما
اے آہوئے خوش خرام محبوب! تو بھی ادھر آنے کی زحمت فرما

جلوۂ حج را بمن ہرگز مدہ اے حج فروش
اے حج فروش مجھے سوائے حج کے جلوے کے اور کوئی دوسری چیز نہ دکھلا

جُز طوافِ کعبہ گویش نباشد کارِ ما
کیونکہ میرے لئے کعبہ تیری گلی ہے اسکے طواف کے علاوہ مجھے کچھ اور کام نہیں

شکرِ ایزد را کہ دریں دور و عطر از لطفِ خود
اللہ کا بے شمار احسان کہ اس نے اس زمانے میں اپنے لطف و کرم سے

کردہ با چندیں نزاکت شہ سلیماں یارِ ما
مجھے شہ سلیماں جیسا نہایت نازک اور خوبصورت مرشد عنایت فرمایا

در نگر اے نجم ہر دم مرآتِ رویش مدام
اے نجم ہمیشہ اس چہرے کے آئینہ میں ہر وقت خود کو دیکھا کر

تا مصفّا تر شود ایں قلبِ پُر زنگارِ ما
تاکہ تیرا زنگ آلودہ دل شفاف سے شفاف تر ہو جائے

غزل

یار چہ گوئی مرا ایں عاشقِ دلدادہ را
اے یار تو اپنے عاشق دلدار کو کیا نصیحت کرتا ہے
بوسہ بگیرد کہ نے اذن دہ استادہ را
براہ کرم اس کھڑے ہوئے فقیر کو اجازت فرما کر تیرا بوسہ لے یا نہیں

مست حریفاں شدند آہ ز شربِ مدام
تمام دشمن ہمیشگی کی شراب سے مست ہو گئے
ساقی مرا ہم بدہ یک دو قدح بادہ را
اے ساقی مجھے بھی اس شراب کا ایک دو پیالہ عنایت فرما

خرقہ بگروی نہم عوض جام شراب
جام شراب کے عوض میں اپنا خرقہ گروی رکھ دوں
باز گذارم بہ عیشِ زندگی بر بادہ را
اس طرح برباد زندگی کے عیش کو اس شراب پر بسر کروں

در نظرم میکدہ بہتر است از مسجدے
میری نظر میں مسجد سے زیادہ بہتر میکدہ ہے کیونکہ
مدتے گسترده ام از ریا سجادہ را
ایک مدت سے میں اس سجادگی کی ریاکاری میں کھویا ہوا ہوں

نجم غلام ترا مرشدا فریاد رس!
اے مرشد نجم آپ کا غلام ہے برائے خدا اسکی فریاد سنئے
خواجہ سلیماں بگیر دست ایں افتادہ را
اے خواجہ سلیمان اس گرے ہوئے کا ہاتھ تھام لیجئے

غزل

ایامِ صوم رفت بدہ ساقیا شراب
رمضان کا زمانہ ختم ہوا اے ساقی شراب دے

یک دو پیالہ دہ کہ بیاشم ز خود خراب
مجھے بھی ایک دو جام دیدے کہ اپنے آپ کو خراب کرلوں

رندان بمیکدہ جمع گشتند روزِ عید
عید کے دن تمام رند میکدہ میں جمع ہو گئے ہیں

بہر فزودی نشہ مطرب نوا رباب
اے گانے والے نشہ کو بڑھانے کیلئے اور خوش الحانی سے گا

بارِ ندچیست شیخ نزاعے تو دور شو
اے شیخ صاحب مجھ رند سے آپ کیوں جھگڑتے ہیں دور چلے جائیے

تسبیح بدست گیر کہ کار یست با ثواب
اپنی تسبیح ان ہاتھوں میں لیکر پھیرئیے کہ یہی تو آپکا کام ہے

رندیم و می چشیم و قدایم گلِ رخاں
میں تو آنکھوں سے پینے والا رند ہوں اور حسینوں کا عاشق ہوں

کارِ شما بزہد و ورع ہست یا جناب
اے شیخ صاحب آپکا کام تو صرف زہد و تقوٰی ہے

ما توبہ میکنیم ز توبہ ہزار بار!
میں تو توبہ سے ہزار بار توبہ کر چکا ہوں

باشیم گر ز وصلِ توائے دوست کامیاب
تیرے وصال سے اے دوست اب کامیاب ہونا چاہتا ہوں

جانا بگو چرا ز من ایں اعتراض تست
اے میرے محبوب مجھے بتا کہ آخر تجھے مجھ سے کیا اعتراض ہے

زود آ کہ میرود ز من ایں عالمِ شباب
جلدی آ کہ میرے شباب کا زمانہ جا رہا ہے

از گفتہ رقیب چہ رنجے ز عاشقاں
عاشقوں کو رقیب کی کہی ہوئی باتوں کا کیا غم

کز آتشِ فراق تو گشتند چوں کباب
کہ تیرے فراق کی آگ میں وہ جل کر کباب ہو چکے ہیں

دوش آمدہ چوں آں بتِ زیبا نگار من
کل جب وہ خوبصورت رنگ و روپ والا میرا معشوق آیا

زاہد بہ صومعہ رفت کہ دیدن نداشت تاب
تو زاہد خانقاہ کے اندر چلے گئے کیونکہ انہیں دیکھنے کی تاب نہ تھی

یارت بزیرِ بغل تو آمد مبارک است
تیرا یار تیرے پہلو میں آگیا ہے تجھے مبارک ہو

عیشے بکن و جام خور اے نجم ترک خواب
اے نجم عیش کر اور جام چڑھا اور خواب سے بیدار ہو

غزل

چہ می پرسی ز اسرارِ خرابات   کہ آں حاصل نہ باشد جز عنایات

تو مجھ سے خرابات کے راز و نیاز کی بات کیا پوچھتا ہے   کہ یہ بغیر اس پیر مغاں کی عنایت کے حاصل نہیں ہوتے

مرو در صومعہ زاہد کہ آں جا   نمے بینم بجز سالوس و طامات

اے زاہد خانقاہ میں مت جا کہ وہاں   میں سوائے دھوکہ دھڑی کی باتوں کے اور کوئی چیز نہیں دیکھتا ہوں

برو در میکدہ بنشیں و خوش باش   کہ آنجا انداز اہل مناجات

میکدے میں جا کر بیٹھ جاؤ اور خوش ہو   کہ وہاں تمہیں اللہ کی حمد پڑھنے والے لوگ موجود ملیں گے

بنوش از جامِ وحدت پیالہ چند   بباشی تا بکے طالبِ کرامات

تم شراب وحدت سے چند پیالے پی لو   کب تک کرامات کے طالب اور خواہشمند رہو گے

حدیثِ مصطفےٰ را در عمل آر   سلامت وحدت است ایمن آفات

اس حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرو   وحدت ہی میں دونوں دنیا کی آفت سے پناہ ہے

قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ را بدانی   کہ شغلے نیست بہتر ز اسمِ اُں ذات

تو کہہ دے کہ اللہ نے اتاری پھر چھوڑ دے انکو اپنی خرافات میں کھیلتے رہیں   کہ اس ذات کے نام سے بڑھ کر کوئی دوسرا شغل دنیا میں نہیں ہے

بداں کاں عارفانِ کامل الحال   بدانند شرک ہم در نفی و اثبات

یہ جان لے کہ ان حال والے کامل عارفوں نے   نفی اور اثبات کو بھی شرک ہی گردانا ہے

مکن جز ھُو و مَنْ ھُوْ شغلِ دیگر   کہ حاصل آیدت نور ایں عبادات

سوائے وہی ہے وہی ہے کے علاوہ اور کوئی دوسرا ذکر نہ کر   تاکہ تجھ کو اس ہو کی عبادت کا نور مکمل طور پر حاصل ہو جائے

نجم برخیز گم کن ہستی خویش

اے نجم اٹھ اور اپنی ہستی کو اس ذات پاک میں گم کر دے

کہ سودے نیست در تزئین عبارات

کہ صرف عبارات کی آرائش سے یعنی شعر و شاعری کرنے سے کوئی فائدہ نہیں

غزل

بر جمالِ یارِ خود گر ایں دلم دیوانہ ہست
اگر میرا دل یار کے جمال پر دیوانہ اور شیدا ہے
وأز شراب بیخودی گر ایں سرم مستانہ ہست
اور اگر بے خودی کی شراب سے میرا یہ سر مست الست ہے

شیخ را بر گو کہ تو در کار خود ہشیار باش
شیخ صاحب سے کہہ دو کہ وہ اپنے کام سے مطلب رکھیں
عاشق شیدا العشق یار خود دیوانہ ہست
میں تو اپنے یار کے عشق میں مبتلا ہو کر دیوانہ ہو گیا ہوں

حالِ دردِ درمنداں را نداند سنگدل
وہ سنگ دل محبوب درد مندوں کے درد کا حال نہیں جانتا
گر کسے پرسد ازو گوید کہ ایں افسانہ ہست
اگر کوئی اس سے پوچھتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ ایک افسانہ ہے

زاہد اگر تہمتِ عاشق روا داری بدار
اے زاہد اگر تو عاشق پر الزام لگاتا ہے تو لگا
می نرنجاند کسے را آنچہ زیر عانہ ہست
وہ شخص کہ جو خود محتاج ہے وہ کسی دوسرے کو رنج نہیں پہنچا سکتا

حل و حرمت بار یک شجر ند پیش عارفاں
اہل اللہ کے نزدیک حرمت عزت و احترام یہ سب ایک بوجھ نہیں
مظہر نورِ خدا ایں کعبہ و بت خانہ ہست
کعبہ اور بت خانہ اللہ کے نور کے مظہر ہیں

گاہ در مسجد بباشم گہ روم در میکدہ
کبھی مسجد میں گزرتا ہوں اور کبھی میکدہ میں چلا جاتا ہوں
سجدہ گاہ عاشقاں خاک درِ میخانہ ہست
عاشقوں کے لیے میخانہ کا در بھی سجدہ گاہ ہے

ہزل می داند غزل نجم را گو جاہلاں
اگرچہ نجم الدین کی غزل کو جاہل لوگ مذاق سمجھتے ہیں
لیک پیش عارفاں ایں شعر من عرفانہ ہست
لیکن خدا شناس لوگوں کے نزدیک اس کے اشعار عارفانہ ہیں

غزل

مرا با من دریں بگذار اے دوست
اے دوست مجھے اپنے دل میں جگہ دے اور

مگو ہیچک مرا یار اے دوست
اے میرے یار اے میرے دوست مجھے کسی اور کا نہ کہہ

زسوئے من تیندیشی دریں باب
اس بارے میں آپ میرے سلسلہ میں فکر نہ کیجئے

کہ می بینم دریں اسرار اے دوست
کیونکہ اے دوست میں اس راہ میں اسرار و رموز دیکھ رہا ہوں

گہے آمد قلندر وار گردم
کبھی میں قلندروں کی طرح اس کے کوچہ میں

بکوئے او پئے دیدار اے دوست
اس کے دیدار کیلئے چکر لگاتا ہوں اے میرے دوست

تراشم ریش و درّم جامہ خود را
میں نے اپنی داڑھی مونڈلی اور اپنے لباس کو پھاڑ لیا

بسوزم جُبّہ و دستار اے دوست
اور اے دوست میں نے اپنا جبہ اور پگڑی کو جلا دیا

رقیبم می کند با من نزاعے
میرا رقیب میرے ساتھ جھگڑ رہا ہے

بخواہد گشت آخر خوار اے دوست
مگر اے دوست آخر کار وہ خود ہی ذلیل و خوار ہو گا

مراد عاشقاں آخر بر آید
آخر کار عاشقوں کی مراد پوری ہو گی

کہ خواہد آمد آں دلدار اے دوست
کیونکہ اے دوست وہ چاہتے ہیں کہ ان کا دلدار آئے گا

بترس از آہ عاشق اے ستمگر
اے ستمگر عاشق کی آہ سے ڈر

کہ می پیچد بدل چوں مار اے دوست
کیونکہ یہ آہ دل میں سانپ کی طرح لپٹ جاتی ہے

ز رسوائی من ترسند یاراں!
میرے دوست میری رسوائی سے خوف زدہ ہیں

بدرماں میکند بیمار اے دوست
اے دوست یہ علاج تو مجھے اور بیمار کر رہا ہے

مراد نجم جز دیدار او نیست
نجم کی آرزو اس کے دیدار کے سوا کچھ نہیں

ندارد غرض دیگر کار اے دوست
اے دوست وہ دوسری غرض نہیں رکھتا

غزل

ظہورِ حق کہ بر روے زمیں است — ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

اگر زمین پر اللہ تعالیٰ کا ظہور ہے — تو وہ یہیں ہے یہیں ہے یہیں ہے

بتِ عابد فریبے چارۂ ما — پری رو رشکِ قمرے نازنیں است

وہ عابد فریب بت ہی ہمارا علاج ہے — وہ پری چہرے والا وہ رشک قمر ہے اور نازو والا ہے

برو گر ہمچو من صد ہاست مفتوں — ولے ایں مبتلا از اولیں است

فکر مت کرو اگر میرے جیسے سینکڑوں دیوانے ہیں — کیونکہ یہ پریشانی تو روز ازل سے ہے

نہ تابم سر ز عشقش ہیچگونہ — کہ مہرش در دلم نقش نگیں است

میں اس کے عشق سے کسی طرح بھی باز نہیں آسکتا — اس لئے کہ اسکے عشق کی مہر میرے دل میں انگوٹھی کا نقش بن گئی ہے

ندانم کے بیابد مطلب خود !

میں نہیں جانتا کہ وہ کب اپنے مطلب کو حاصل کریگا

کہ طالب جرِ او بجاں این نجم دیں است

مگر نجم الدین جی اور جان سے اس کا طالب ہے

غزل

عاشقاں رابا مشیخت کارنیست
عاشقوں کو شیخی سے کوئی کام نہیں ہے
آرزوشان جز جمال یار نیست
ان کو یار کے جمال کی آرزو کے سوا کوئی آرزو نہیں

کور بادآں چشم کاں در ہر دو کون
وہ آنکھ اندھی ہو جائے جو دونوں جہان میں
روز و شب چوں طالب دیدار نیست
دن رات جو اس کے دیدار کی طالب نہیں ہے

نیش بزند بر دلم زلف سیاہ
اس کی زلف سیاہ میرے دل پر ڈنک مار رہی ہے
ہم چوں او زہرے دلا در مار نیست
اے دل اس کے جیسا زہر تو سانپ میں بھی نہیں ہے

دل کہ بیدار است نے جز و آب و گل
یہ جو دل بیدار ہے اسکی حیثیت پانی اور مٹی کے سوا کچھ نہیں
چونکہ او را در دلش آزار نیست
اس لئے کہ اس کو اپنے دل میں کوئی تکلیف نہیں ہے

ہر رگم چوں تار گشتہ در وجود!
میرے وجود کی ہر رگ باجے کے تار کی مانند ہو گئی ہے
بلکہ مارا حاجت زنار نیست
اب مجھے کسی زنار کی ضرورت نہیں ہے

بت پرستی را بمن نسبت کنند
لوگ میری نسبت بت پرستی سے کرتے ہیں
عاشقاں را زیں ملفظ عار نیست
عاشقوں کو اس نام سے پکارے جانے میں کوئی شرم نہیں

میگزد دست تاسف اے نجم
اے نجم ہر وہ شخص افسوس سے ہاتھ ملتا ہے
ہر کہ او را چوں سلیماں یار نیست!
جس کو شاہ سلیمان جیسا محبوب حاصل نہیں

غزل

گر وصالِ یار خواہی جاں بدہ در کوئے دوست
اگر تو محبوب کا وصال چاہتا ہے تو دوست کے کوچہ میں جان دیدے

دین و دل ایمانِ خود را کُن فدا بر روئے دوست
اپنا دین و دل اور ایمان یعنی سب کچھ اپنے یار کے چہرے پر قربان کر دے

از فراقش روز و شب در گریہ چوں یعقوب باش
اس کے فراق میں دن رات حضرت یعقوب کی طرح گریاں رہ

تا خدا فضلے کند از مصر آید بوئے دوست
تاکہ خدا اپنا فضل فرمائے اور مصر سے دوست کی بو آئے

مدتے شد مانمی بینیم زاں عنقا نشاں
ایک زمانہ گزر گیا ہے اور ہم عنقا کی طرح زندگی گزارنے والے بزرگوں کو نہیں دیکھتے

گرچہ گردم در رہش ہر چند جست و جوئے دوست
اگرچہ میں اسکی راہ میں بہت زیادہ جستجو کروں دوست کو دیکھ سکوں

اے نسیم صبح گو از لطف با آں گلعذار
اے صبح کی ٹھنڈی ہوا جب تو اس پھول سے چہرے دوست کی طرف

حال پر اندوہ ما را چوں خرامی سوئے دوست
تو اسے نرمی سے ہمارا رنج و اندوہ بھرا حال کہہ سنانا

کار دل ایں نجم دیں از اختیار خود گذشت
اس نجم کے دل سے اختیار رخصت ہو گیا

چونکہ دل ہم بستہ شد در تارہا گیسوئے دوست
اس لئے کہ دل تو یار کی زلفوں کے تاروں میں جا کر بندھ گیا ہے

غزل

میزند مارا بغمزہ ایں ستمگر الغیاث
ہم کو وہ ستمگر اپنے ناز وادا سے مار رہا ہے فریاد ہے

قتل می سازد بعشوہ یار دلبر الغیاث
وہ یار وہ دلبر ہمیں اپنے نخروں سے قتل کر رہا ہے فریاد ہے

تیر مژگاں را نہادی درزہ ابرو کماں
کمان ابرو میں تونے تیر مژگاں چھپا رکھے ہیں

بر ہدف دل میزنی تیرا ے ستمگر الغیاث
اور ان تیروں کا نشانہ اے ستمگر تونے میرے دلکو بنا رکھا ہے فریاد ہے

برکشیدی در شکنجہ عشق خود دل عاشقاں
تونے عشق کے شکنجہ میں عاشقوں کے دلوں کو جکڑ لیا ہے

چوں نمی آئی کنوں اید وست در بر الغیاث
تو پھر اے دوست تو کیوں نہیں ان عاشقوں کی گود میں آتا ہے فریاد ہے

رُخ بداری اے صنم چوں ماہِ تاباں دل ترا
اے محبوب تیرا چہرہ چمکتے ہوئے چاند کے مانند ہے

سنگِ اسود گویم ویا سنگِ مرمر الغیاث
مگر تیرے دلکو میں سنگ اسود کہوں یا سنگ مرمر فریاد ہے

گلشنِ دل را زمدت سبز کردم زآبِ ورع
میں نے پرہیزگاری کے پانی سے دلکے گلشن کو ایک مدت تک ہرا بھرا کیا

ساخت ویراں عشق تو چوں بادِ صرصر الغیاث
لیکن تیرے عشق نے تیز ہواؤں کی طرح ویران کر دیا فریاد ہے

چیست حالِ آں عاشقاں دارند ز آتش سینہ پُر
کیا حال ہے ان عاشقوں کا جو اپنے سینوں میں آتش عشق رکھتے ہیں

سوختہ سینہ مرا یک ذرہ اخگر الغیاث
میرا سینہ تو اس عشق کی چنگاری سے جل اٹھا ہے فریاد ہے

طائرا روحم چگونہ بر پری در کوئے دوست
اے طائر دل تو کس طرح میری روح اس مہ جبیں کے کوچہ میں لیجائیگا

کہ نداری نزد خود آں بال آں پر الغیاث
کہ تو خود ہی اپنے پاس اڑ کر جانے کیلئے نہ تو بال رکھتا ہے اور نہ پر فریاد ہے

کاں امانت را اباکردہ جبال ارض و سما
جس امانت کو پہاڑ و زمین و آسمان نے اٹھانے سے انکار کر دیا

ہمتم را بیں کہ چوں برداشت بر سر الغیاث
میری ہمت دیکھ کر میں اس بوجھ کو اپنے سر پر اٹھا لایا فریاد ہے

بر امید فضلِ رب ثقل گراں را با جہول
اللہ سے امید باندھے رکھنا جاہلوں کے نزدیک بہت گراں ہے

آفریں دانستہ بار سبکتر الغیاث
جبکہ مبارکباد کے مستحق ہیں وہ لوگ جو اسے نازک خیال کرتے ہیں فریاد ہے

کارِ عشق آسان ندانی اے دلا ہشیار باش — تا نیفتی چوں حسینؑ اندر بلا کر الغیاث

عشق کے کام کو آسان نہ سمجھ اے دل ہوشیار ہو جا — تاکہ تو حسین کی طرح کربلا کی مصیبت میں گرفتار نہ ہو فریاد ہے

عزم توبہ می کنی اے دل و لیکن سود نیست — چہ رود تدبیر تو پیش مقدر الغیاث

اے دل تو نے توبہ کرنے کا ارادہ تو کیا مگر بے سود ہے — کیونکہ تقدیر کے سامنے تیری تدبیر کیسے کامیاب ہوگی فریاد ہے

بر ذخیرہ علم خود اے محتسب بر من مناز — من ترا دانستہ ام چوں عیسیٰ خر الغیاث

اے محتسب اپنے علم کی زیادتی پر میری مقابلے فخر و غرور مت کر — باوجود اس کے میں تجھے عیسیٰ کے گدھے کے برابر سمجھتا ہوں فریاد ہے

از گناہم رو متاب از من کہ غفار است او — زاہدا آخر شفیعم ہست سرور الغیاث

میرے گنہگار ہونے کی بنا پر اپنا چہرہ مت پھیر کر وہ غفار ہے — اے زاہد میری شفاعت کرنے والے سرکار دو عالم ہیں فریاد ہے

چیست حال ما غریباں ناصحا چوں آں رسولؐ — گفت جف القلم را در حق بوذر الغیاث

اے ناصح ہم غریبوں کا کیا ذکر جب آنحضرتؐ نے ابوذرؓ — کے حق میں جف القلم کا جملہ ادا فرمایا فریاد ہے

ہست امید آں حقیقت را بیابم از مجاز — ہمچوں ابراہیم زاید پشت آذر الغیاث

ہمیں امید ہے کہ ہم مجاز سے حقیقت کو پالیں گے جس طرح — ابراہیمؑ نے آذر کی نسل کے باوجود اسلام کی نعمت پائی تھی

رو متاب از عشق اے طالب کہ ایں راہیست راست — مر وصال دوست را کایں ہست رہبر الغیاث

اے طالب عشق کی اس سیدھی راہ سے منہ مت موڑ کیونکہ — دوست کے وصال کو پانے کیلئے یہی راہبر ہے فریاد ہے

میروی دستِ تہی اے نجم در بازار دوست

اے نجم دوست کے بازار میں خالی ہاتھ جا رہے ہو

چہ خری آنجا بدستت نیست چوں زر الغیاث

وہاں جا کر کیا خریدو گے کیونکہ تمہارے ہاتھ میں تو پیسہ ہی نہیں ہے فریاد ہے

غزل

اے دل بہ سنگدل چہ شدی مبتلا عبث بر سر نہادۂ تو چرا ایں بلا عبث
اے دل تو بیکار کیوں اس سنگ دل کے عشق میں مبتلا ہو گیا ہے اور تو نے اپنے سر پر اس بلا کو کیوں بوجھ بنا رکھا ہے

از جائے امن و عیش حرم من چوں حسینؑ چوں آمدی بہ مقتل خود کربلا عبث
امن و امان والی جگہ حرم شریف سے حضرت حسینؑ کی طرح کربلا کے مقتل میں خود بے کار آیا

یارم طریق جور و جفا پیشہ خویش کرد خوئے وفا گذاشتہ در ایں و لا عبث
میرے یار ظلم و ستم کا پیشہ اور راستہ اختیار کیا اس کے دل میں وفا کا گزر نہیں ہے

گاہے ز لطفِ خویش نہ پرسد ز حالِ من قربان گشتہ تو بروِیش دلا عبث
وہ کبھی اپنے لطف و کرم کے ساتھ میرا حال نہیں پوچھتا ہے ے دل تو بیکار اس کے عشق میں مبتلا ہوا

امیدوار نجـ ... ش کہ آخرش !
آخر نجم بھی اس کے وصال کا امیدوار ہے
ہرگز نہ میرود ایں نشستن خلا عبث!
وہ ہرگز اس جگہ سے خالی اٹھ کر جانے والا نہیں

غزل

اگر بینم صنم را در شبِ داج　　بود آں شب مرا چوں لیلِ معراج

اگر میں اپنے محبوب کو تاریک اور اندھیری رات میں دیکھوں　　تو میرے لئے وہ رات شب معراج ہو جائے گی

نہ من تنہا گدایم عاشقِ او　　فدا ہستند بروئے صاحبِ تاج

میں ہی بے چارہ ایک اس کا عاشق نہیں ہوں　　اس کے رخ پر نور پر تو تاج والے بھی قربان ہیں

شود بیشک ہزاراں دل گرفتار　　بزلفِ خود کشد چوں شانۂ عاج

اس کی زلف میں ہزاروں دل گرفتار ہو جاتے ہیں　　جب وہ اپنی زلف کو ہاتھی دانت کی کنگھی سے سنوارتا ہے

چہ حیلہ سازم اے یارانِ ہمدم　　کہ صبر از من نمودہ طلبِ کنکاج

اے میرے ہمدرد دوستو! میں کیا بہانہ بناؤں　　کہ صبر نے مجھکو گوشۂ تنہائی کا دامن گیر بنا دیا ہے

بطوافِ جمال یار ایں نجم
نجم تو اپنے یار کے جمال کے طواف میں مصروف ہے
بمشغولے است رو درکعبہ اے حاج
اے حاجیو! تم کعبہ کی طرف جاؤ

غزل

تراءبگویم اے جاناں ز من غریب مرنج
کہ من ز ہجر تو، ستم ہزار گونہ برنج

اے دوست میں تجھ سے کہتا ہوں کہ مجھ غریب سے آزردہ نہ ہو
میں تو خود ہی تیرے ہجر میں ہزاروں رنج میں مبتلا ہوں

چناں کہ نشۂ عشقِ تو میکند مدہوش
قسم خدائی کہ ندیدیم برادق و بنج

ترے عشق کا نشہ مجھے اسقدر مدہوش کرتا ہے
بخدا میں نے نہیں دیکھا

مرا چہ عیش بوصلش کہ، ہجر در پے ہم است
کسے مباد چوں من خستہ در بلائے سہ پنج

تمہارے وصل سے مجھے کیا خوشی ملی جبکہ میں تو مسلسل ہجر میں مبتلا ہوں
خدا نہ کرے کوئی مجھ خستہ کیطرح ایسی تین و پانچ ذکی دنیا میں زندگی بسر کرتا ہو

چوں وصل حاصلت آمد دلا ز ہجر منال
کہ بر غذائے حلو خوشتر آمد است ترنج

جب محبوب وصال ہو گیا تو اے دل آہ و زاری مت کر
جیسے کہ میٹھی اور شیریں غذا پر لیموں کی ترشی اچھی لگتی ہے

دریں خزینہ رخ یار نجم دست مزن
اے نجم یار کے خوبصورت چہرے کے خزانے پر ہاتھ مت مار
کہ خوفِ مار ہم است اندریں خزائن و گنج
کیونکہ خزانوں پر سانپ ہونے کا خطرہ رہتا ہے

غزل

بهر جائے سمندِ عشق تازد
جس جگہ بھی عشق کا گھوڑا دوڑتا ہے

زنام و ننگیش بیزار سازد
تو اس کو نام و ننگ سے بیزار بنا دیتا ہے

زناپروائیش دل گشتہ مجروح
اس کی بے پروائی سے دل زخمی ہوگیا

نگارمن زحسنِ خویش نازد
اور میرا یار اپنے حسن پر نازاں ہے

سلیماں وار گراز راہِ الطاف
اگر وہ شاہ سلیمان کی طرح سے اپنے لطف کی بنا پر

چہ باشد مور مسکیں را نوازد
مجھ چیونٹی جیسی مسکین شخصیت کو نوازے تو کیا حرج ہے

چرامن دل نسوزد اے عزیزاں
اے عزیزو! کیوں میرا دل نہ جلے

نگارم بار قیب من بسازد
کیونکہ میرا محبوب میرے رقیب سے گھل مل گیا ہے

نجم شوریدہ گر دیدار یابد!
یہ پریشان حال نجم اگر یار کا دیدار پا جائے

بروئیش دین و ایماں خویش بازد
تو پھر اس پر اپنا دین و ایمان سب ہار جائے گا

غزل

آں کس کہ ز اسرارِ خدا می بیند
جو شخص کہ اللہ کے اسرار کو دیکھ لیتا ہے

مخلوق ز خالق بہ فدا می بیند
وہ تمام مخلوق سے خالق تک خدا ہی خدا دیکھتا ہے

زاں رہ کہ نشیں ہمہ منظہرِ او بیند
اسی راستے پر جہاں اسکے مظاہر دیکھنے والے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں

عارف ہمہ جا نورِ خدا می بیند
وہاں اللہ والا ہر جگہ خدا کا نور ہی دیکھتا ہے

اے مدعی با من چہ خیال است ترا
اے مدعی میرے بارے میں تیرا کیا خیال ہے

ایں شیفتہ در فنا بقا می بیند
یہ عاشق تو فنا میں بقا دیکھ رہا ہے

محبوب ازل را کہ دریں حسن و جمال
محبوب ازل کو اس کے اس حسن و جمال میں

دیر است کہ با ناز و ادا می بیند
بہت زمانہ ہوا کہ ہم اسکے ناز و ادا کو دیکھ رہے ہیں

زاہد چہ ستیزی زمن از گفتہ رقیب
اے زاہد رقیب کے کہے ہوئے کی بنا پر مجھ سے کیوں لڑ رہا ہے

کایں نجم در آئینہ لقا می بیند
کہ نجم آئینہ میں محبوب کا چہرہ دیکھ رہا ہے

غزل

تا دریں کالبدم روح و رواں خواہد بود
عشق آں بت بدلم آفتِ جاں خواہد بود

تو میرے اس جسم میں دل و جان بنا رہے گا
اور اس بت کا عشق میری جان کیلئے ہمیشہ عذاب بنا رہیگا

سر سری نیست ہوایش کز قلبم برود
تا ابد عشق ہمیں نوع بر جاں خواہد بود

اس کی چاہت میرے دل میں سرسری نہیں ہے کہ دل سے نکل جائے
یہ عشق اس طرح سے میری جان اور روح کے ساتھ لگا رہیگا

سوزشِ عشق درونِ دلِ من از ازل است
سرِ داز آب نصیحت بچہ ساں خواہد بود

میرے دل کی یہ اندرونی سوزش ازل سے ہے
پھر یہ آگ کیسے نصیحت کے پانی سے بجھ سکے گی

واعظا پندِ تو ہرگز نہ کند سود من
کافرِ عشقم و ایماں بہ بتاں خواہد بود

اے واعظ تیری نصیحت مجھے کبھی بھی فائدہ نہیں پہنچائیگی
میں عشق کا کافر ہوں اور میرا ایمان بتوں کیلئے ہی رہیگا

چوں مرا بعد مماتم بہ نہند در تہ خاک
عشقِ من از لحدم نیز عیاں خواہد بود

جب میری موت کے بعد مجھے لوگ لحد میں اتاریں گے (تو) اس وقت بھی میرا عشق میری قبر میں عیاں اور روشن رہیگا

روزِ محشر کہ ز دیدار خدا خوش باشند
آرزویم رُخِ آں پیر مغاں خواہد بود

قیامت کے دن جو لوگ خدا کے دیدار سے خوش ہو رہے ہونگے (انہیں) پیر و مرشد کے چہرے کے دیدار کی آرزو میرا مقصد ہوگا

قبلہ ام روئے سلیماں قدمش اسود حجر

میرا قبلہ میرے مرشد شاہ سلیماں کا چہرہ ہے اور ان کے قدم حجرِ اسود کے مانند ہیں

روز و شب سجدہ ایں نجم باآں خواہد بود

نجم پر یہ نجم الدین رات اور دن سجدہ کرتا رہے گا

غَزَلْ

حیران و بے قرارم فریاد یا محمدؐ
جز تو دگر ندارم فریاد یا محمدؐ

میں نہایت پریشان و بے چین ہوں یا محمدؐ آپ سے فریاد ہے
میں آپ کے سوا کسی اور کو نہیں جانتا یا محمدؐ آپ سے فریاد ہے

از گردش زمانہ من در بلا فتادم
انظر بحالِ زارم فریاد یا محمدؐ

گردش زمانہ کی وجہ سے میں مصیبتوں میں گھر گیا ہوں
میرے حال پریشان پر نظر کیجئے یا محمدؐ آپ سے فریاد ہے

کس نیست جز تو مارا مدد بکن خدارا
نہ گذار زینہارم فریاد یا محمدؐ

آپ کے سوا میرا کوئی نہیں ہے اللہ کے واسطے میری مدد کیجئے
اور مجھے بے سہارا نہ چھوڑیئے یا محمدؐ آپ سے فریاد ہے

ملجائے ما غریباں در دو جہاں تو ہستی
کُنْ دُشمنانِ خوارم فریاد یا محمدؐ

ہم غریبوں کیلئے دونوں جہان میں آپ ہی کی ہستی ماویٰ و ملجا ہے
میرے دشمنوں کو خوار کیجئے یا محمدؐ آپ سے فریاد ہے

اِیں جسم ناتواں را فریاد رس خدارا
کُن دُور اِضطرارم فریاد یا محمدؐ

اے اللہ اس ناتواں اور کمزور جسم کی فریاد سن
اور میرے اضطرار و پریشانی کو دور کیجئے یا محمدؐ آپ سے فریاد ہے

غزل

آں روز کہ ساقی ہمہ را جام بداد
اس روز کو جب ساقی نے سب کو جام دیا

دو پیالہ بایں عاشق بدنام بداد
تو صرف دو پیالے اس نے اس بدنام عاشق کو بھی دیئے

حالے متغیر کہ ہویداست بہ من
بدلی ہوئی کیفیت مجھ پر طاری ہو گئی

اثر ہماں جام است کہ گلفام بداد
یہ اس جام کا اثر ہے جو اس گلفام نے دیا

گہہ زاہد و عابد گہے واعظ باشم
کبھی زاہد و عابد تو کبھی واعظ ہو جاتا ہے

گہہ رند بایں شیفتہ پیغام بداد
اور کبھی رند نے اس عاشق کو اپنا سمجھ کر پیغام بھیجا

خواہم کہ کنم توبہ ز قلاشیٔ خود
میں جانتا ہوں کہ اپنی اس رندی سے توبہ کر لوں

باز آں نشہ آید کہ دگر جام بداد
جب کبھی میں اس نشہ سے باز آتا ہوں تو وہ دوسرا جام دیدیتا ہے

ترسم نہ رقیب از رہ بدنامیٔ خود
مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ رقیب اپنی بدنامی کے ڈر سے

رازم تو اگر در سمع عام بداد
میرے راز کو سارے عالم کے کانوں میں نہ ڈال دے

صوفی چہ ملامت کنی ایں سوختہ را
اے صوفی تو اس دل جلے کو کیا برا بھلا کہتا ہے

دیر است کہ دل را بہ دل آرام بداد
ایک زمانہ ہو گیا کہ اس نے اپنے دل کو اس معشوق کے حوالے کر دیا

آں زلفِ مسلسل کہ بلائیست عظیم
وہ لمبی زلف جو بہت بڑی بلا ہے

مفتون دلِ خویش دراں دام بداد
اپنے دیوانے دل کو ان زلفوں کے جال میں پھنسا دیا

آں دوست کہ پنہاں کند اسرار محبّ
وہ دوست جو کہ اپنے محبوب کا راز چھپا لیتا ہے

خوش باد کہ دل دوست بہ آرام بداد
اس کو خوش ہونا چاہئے اس نے اپنے دوست کو اپنا دل آرام کے ساتھ حوالے کر دیا

نجم است کہ آخر بدرخشاں آید
یہ نجم آخر کار عشق کی جنگ میں کامیاب اور سرخ رو ہوا

خود را چو ندانستہ بغمہا بداد
کیونکہ اس نے اپنے آپ کو پہچانا نہیں اور غموں کے حوالے کر دیا

غزل

کسے کو قرب خود در بارگاہ کبریا دارد

جو شخص کہ بارگاہ کبریا کا قرب حاصل کرتا ہے

دیا در محفل حضرت رسولِ مصطفےٰ دارد

اور یا حضور مصطفےٰ کی بارگاہ میں حضوری پاتا ہے

ہماں داند کہ ایں را رتبہ اعلاست نزد حق

وہی جانتا ہے کہ خدا کے نزدیک ایسے شخص کو اعلیٰ مرتبہ ملتا ہے

واں دیگر بہ حضرت رتبۂ کمتر بپا دارد

اور یہ دوسرا شخص انکے حضور میں کمتر درجہ کا رتبہ رکھتا ہے

نشد معلوم از قرآن حدیث و قول اصحابہ

قرآن پاک احادیث اور اقوال صحابہ سے یہ معلوم نہیں ہوا

زباں بکشادن ترجیح ہر دو کے روا دارد

دونوں اعلیٰ ذاتوں کے بارے میں زبان کھولنا کیسے روا ہوگا

ترا گر معنیٔ قدمی اگر در شک بیندازد

اگر تجھ کو اس کے معنی کے بارے میں ایکقدم کے بارے بھی شک نصیب ہو تو

بخواں باب التواضع از عوارف کو چہا دارد

پھر تو عوارف کی کتاب کا باب التواضع پڑھ لے جس میں سب طریقہ بتایا ہے

نمی گویم معین الدین کلاں از شہ محی الدین

میں نہیں کہتا کہ معین الدین شاہ محی الدین سے بڑے ہیں

نمی گویم محی الدین از و رتبہ سوا دارد

اور میں یہ بھی نہیں کہتا ہوں کہ شہ محی الدین کا ان سے رتبہ بڑا ہے

چوں من دعوے غلامی ہر دو محبوبان حق دارم

کیونکہ میں ہر دو محبوبان حق کی غلامی کا دعویٰ کرتا ہوں

غلام مشترک آداب ہر دو استوا دارد

میں دونوں کا مشترک غلام ہوں دونوں کا احترام برابر کرتا ہوں

کسے کو منکر زیں ہر دو محبوبان حق باشد

جو کوئی بھی اللہ کے ان دونوں محبوب بندوں کا منکر ہوگا

یکے شد خارجی ملعون دگر رافضی بلا دارد

ایک تو لعنتی خارجی ہوگا اور دوسرا بلاؤں والا رافضی ہوگا

مؤدب باش با ہر دو مکن ترجیح یکے دیگر

باادب ہوگا ان دونوں میں کسی ایک کو ترجیح نہ دے

حدیثے لَاتُفَضِّلُوْنِیْ۔ نجم الدین گواہ دارد

نجم الدین اسکی گواہی میں حدیث لاتفضلونی پیش کرتا ہے

شجرہ شریف چشتیہ

خلیفہ حق چوں آخر بر زمیں شد ‌ ‌ رسولُ اللہ ختم المرسلیں شد

اللہ تعالیٰ کا آخری خلیفہ جو زمین پر ہوا ‌ ‌ وہ ختم المرسلین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے

پس آں حضرت علیؓ پس حسنؒ بصری ‌ ‌ پس عبد الواحد آں اہلِ یقیں شد

پھر حضرت علیؓ آئے پھر ان کے بعد حسنؒ آئے ‌ ‌ پھر ان کے بعد اہل یقیں میں عبد الواحد ہوئے

پس آں حضرت فضیل ابن عیاض است ‌ ‌ پس ابراہیم ادہم اہلِ دیں شد

ان کے بعد فضیل بن عیاض تشریف لائے ‌ ‌ اور انکے بعد دین داروں میں ابراہیمؒ ادہم شامل ہوئے

حذیفہ مرعشی بصری ہبیرہ ‌ ‌ وممشاد علو پس جانشیں شد

پھر حذیفہ مرعشی بصری ہبیرہ ‌ ‌ اور ممشاد علو سب کے سب یکے بعد دیگر جانشیں ہوئے

ابو اسحاق و بو احمدؒ محمدؒ ‌ ‌ ابو یوسفؒ پس آنگہ قطبؒ دیں شد

پھر ابو اسحاق و بو احمدؒ محمدؒ ‌ ‌ ابو یوسفؒ اور اس کے بعد قطب الدین ہوئے

پس آں حاجی شریفؒ زندنی پیر ‌ ‌ پس آنگہ خواجہ عثمان ہمچنیں شد

پھر ان کے بعد حاجی شریف زندنی پیر ہوئے پھر ان کے بعد خواجہ عثمان ہارونی اسی درجہ پر ہوئے

معینُ الدین و قطبُ الدین مسعودؒ

پھر معین الدین و قطب الدین بختیار کاکی مسعودؒ

کہ لقبش گنج شکر اجودھیں شدؒ

کہ جن کا لقب گنجشکر ہے اور جائے قیام اجودھن ہے

نظام الدینؒ نصیرُ الدین مقبول

پھر نظام الدین اولیاءؒ اور نصیر الدینؒ مقبول ہوئے

کمال الدین علاّمہ ازیں شدؒ

پھر کمال الدینؒ علاّمہ انہیں میں سے ہوئے

سراج الدینؒ علم الدین محمودؒ

پھر سراج الدینؒ اور علم الدینؒ محمودؒ

جمال الدین حسنؒ ہم بعد ازیں شدؒ

اسکے بعد پھر جمال الدین حسن انہیں لوگوں میں ہوئے

پس آں شیخ محمدؒ شیخ یحییٰؒ

اسکے بعد شیخ محمد اور شیخ یحییٰ مدنی آئے

کلیم اللہؒ نظام الدین پس ایں شدؒ

پھر کلیم اللہ جہاں آبادی و نظام الدین اورنگ آبادی آئے

زفخرُ الدین و ھم نور محمدؒ

پھر فخر الدین اور حضرت نور محمد مہاروی آئے

سلیماں شد ازو ایں نجم دیں شد

جنکے بعد ہمارے مرشد خواجہ سلیمان اور انہیں کے سلسلے میں یہ بندہ نجم الدین ہوئے۔

غزل

شکر باز آمد آں بہارِ لذیذ — وعدۂ وصل کرد یارِ لذیذ

شکر ہے کہ پُر کیف بہار کا موسم لوٹ آیا — کیونکہ اپنے دوست نے ملنے کا وعدہ کر لیا

ہمچوں مجنوں بدشت میگردم — ہست با یادِ دوست خارِ لذیذ

میں مجنوں کی طرح صحراؤں میں گھومتا رہا ہوں — دوست کی یاد میں کانٹے بھی لذت دیتے ہیں

بود فرہاد مبتلا شیریں — کوہ کنی شد بہ کوہسارِ لذیذ

فرہاد شیریں کے عشق میں مبتلا تھا — کوہ کنی کے شغل میں کہسار بھی اسے پسند آتا تھا

گشت منصور چوں فنا در عشق — با اَنَا الحق نمود دارِ لذیذ

جب منصور عشق میں فنا ہو گئے — تو تختۂ دار پر بھی انا الحق کہنا اچھا لگا

صومعہ و خانقاہ زاہد راست — عاشقاں راست کوہ و غارِ لذیذ

خانقاہ اور عبادت گاہ زاہد کیلئے ہیں — عاشقوں کے لئے غار ہی اچھے ہیں

ہیچت از بندہ یاد مے آید — ہست یادت بہ دل فگارِ لذیذ

تجھے کبھی اس بندے کی یاد آئی ہے — اس دل فگار کے لئے تیری یاد لذت بخش ہے

گلعذارا بیا بخانۂ من — تا بکے دارم انتظارِ لذیذ

اے گلعذار کبھی تو میرے گھر آ — میں کب تک تیرے انتظار کی لذت کا لطف لیتا ہوں

کارِ مرداں است جاں بعشق دادن — عاشقاں راست بے قرارِ لذیذ

مردوں کا کام ہے عشق میں جان دیدینا — عاشقوں کے لئے قرار میں کیا لذت مل سکتی ہے

نجم را ز اشتیاقِ دیدنِ دوست

اس نجم کو اپنے دوست کو دیکھنے کا اشتیاق ہے

ہست ایں دیدہ اشکبارِ لذیذ

اسے اپنی اشکبار آنکھیں ہی اچھی معلوم ہوتی ہیں

غزل

ازپے دیدنِ جمالِ تو یار — رنجہائے کشیدہ ام بسیار
اے میرے محبوب تیرے جمال کے دیکھنے سے — میں بہت کی پریشانیوں کا شکار ہو گیا ہوں

آمدی و نداد بوسہ بہ من — حملہ کردم بسُوئے تو ہر بار
تو آیا اور مجھے بوسہ عنایت نہیں فرمایا — اگرچہ میں نے ہر بار تیری آمد پر جرأت کی

از فراقت چہ خوں افتاد بہ دل — نبض داں عاریست زیں آزار
تیرے فراق میں دل خون ہو گیا — طبیب بھی اس بیماری کے علاج سے قاصر ہے

از علاج تو بہ نمے باشم — دور شو اے طبیب زیں بیمار
تیرے علاج سے میں اچھا ہونے والا نہیں ہوں — اے طبیب اس بیمار سے دور ہو جا

درد ما را عِلاج نیست جز ایں — بہ شوم گر نمایدم دیدار
ہمارے درد کا علاج اس کے سوا کچھ نہیں — جب تک کہ میرا محبوب مجھے اپنا دیدار نہ کرا دے

گاہ خندم و گاہ گریہ کنم — در عجوبند مردماں ہشیار
کبھی ہنستا ہوں اور کبھی روتا ہوں — یہ دیکھ کر ہشیار لوگ تعجب کرتے ہیں

آتش درزدم بصومعہ خود ره گرفتم بکوچہ وبازار

میں نے اپنی عبادت گاہ میں آگ لگا ڈالی (اور) کوچہ بازار کی آوارگی میں مصروف ہوگیا

چہ ملامت کنی مرا ناصح کے زرسوائیم بیاید عار

اے ناصح تو مجھے کیوں برا بھلا کہتا ہے میں کب اس بدنامی ورسوائی سے شرمندہ ہوں

کے در پردہ ام بحشر کہ ہست بہر ستر عیوبِ من ستار

میرا پردہ حشر کے دن بھلا کیسے فاش ہوسکتا ہے جبکہ وہ میرے گناہوں کا چھپانے والا ستار ہے

چہ دہی خوف از عذابِ جحیم بہر بخشش من است آن غفار

مجھے تو جہنم کے عذاب سے کیا ڈراتا ہے میری بخشش کیلئے تو وہ غفار ہے

شہ سلیمان وسیلہ نجم است

میرے مرشد شہ سلیمان مجھ نجم کا وسیلہ ہے

ہم شفیع منست آں سالار!

وہ سردار میری شفاعت کرنے والے بھی ہیں

غزل

غلبۂ عشق آں پری پیکر شدہ بارِ دگر
ایک بار پھر اس پری پیکر کے عشق کا غلبہ ہو گیا

می برآرم گرچہ از دل می خارِ دگر
اگرچہ میں اسکو دل سے لگاتا ہوں لیکن پھر بھی وہ کانٹے کی طرح چبھتا ہے

میگذارم روزِ در ہجرش بصد آہ و فغاں
دن کو میں اسکی جدائی میں آہ و فغاں کرتے ہوئے گزارتا ہوں

آہ مشکل می فتد مارا شبِ تارِ دگر
لیکن دوسری رات اس کا گزارنا میرے لیے مشکل ہوتا ہے

دوستاں آید چگونہ زندگی مارا نظر
اے دوستو مجھے کس طرح سے زندگی راس آئے

گشت پیدا در دلم ایں تازہ آزارِ دگر
کیونکہ میرے دل میں پھر سے یہ تازہ آزار پیدا ہو گیا ہے

واہ ایں بیرنگیت ہر لحظہ رنگے می کنی
واہ رے تیری بے رنگی کہ تونے ہر لحظے نیا رنگ دیا ہے

می بری دل عاشقاں با شانِ رفتارِ دگر
اور تو عاشقوں کے دل کو نئی شان و رفتار سے جیتتا رہتا ہے

شیوۂ عاشق کشی یارب کہ آموخت ایں بتاں
اے اللہ ان بتوں کو عاشقوں کے مارنے کا طریقہ کس نے سکھایا

کردہ مجروح عاشقاں با زخم سوفارِ دگر
کہ وہ مجروح عاشقوں کو اپنے حسن کے تیر بار بار زخمی کرتے رہتے ہیں

روز و شب در فکرِ وصل او ہمیں مانیم ولے
دن رات ہم اس کے وصال کی فکر میں رہتے ہیں لیکن

ایں رقیبم ہست ہر لحظہ در افکارِ دگر
میرے رقیب کو ہر گھڑی کچھ اور ہی فکر لگی رہتی ہے

می برآرم از گلو زنار با توبہ نصوح　　باز پیدا می شود ایں شوقِ زنار دگر
ابھی توبہ کیساتھ ہی ہم نے گلے سے جنیو باہر کر لیا ہے　　اور اس عشق کے زنار کو پہننے کا شوق دوبارہ پیدا ہو جاتا ہے
آمدہ بنمود روئے خود دل مارا ببرد　　باز نامد نزدِ من آں بے وفا بارِ دگر
وہ آیا اپنا چہرہ دکھایا اور ہمارا دل لے گیا　　لیکن وہ بے وفا پھر کبھی لوٹ کر ہمارے پاس نہیں آیا
صبر چوں آید مرا اے ہمدمان رازِ دل　　کرد پیدا بر سرِ آں بے وفا بارِ دگر
اے میرے دوستو! اے میرے راز کو جاننے والو مجھے صبر کیسے آئے　　اس بے وفا نے میرے سر پر ایک نیا بوجھ ڈال دیا ہے

نجم کے آید پسند آں پری چوں ہر طرف!
نجم کیسے اس پری کو پسند آسکتا ہے جبکہ ہر طرف لوگ
دل بکف بنہادہ استادہ دِل افگار دگر
اپنے ہاتھوں میں اپنا دل لئے ہوئے کھڑے ہیں

غزل

چیست عشق از عاشقِ کامل بپرس
عشق کیاہے یہ عاشقِ کامل سے پوچھ

چوں رود دل از کسے بیدل بپرس
دل کس طرح جاتا ہے یہ ایک بے دل سے پوچھ

نیست سختی در جہاں جز ہجرِ دوست
دنیا میں یار کی جدائی کے سوا کوئی مشکل چیز نہیں ہے

نیست مشکل تر ازیں مشکل بپرس
سچ پوچھو تو اس مشکل سے زیادہ اور کوئی مشکل نہیں ہے

ہست اسرار دریں شانِ بتاں
ان بتوں کی شان میں بہت سے اسرار پوشیدہ ہیں

رو بہ پیشِ عارف اہلِ دلُ بپرس
ایک اہل دل عارف کے پاس جاؤ اور اسے معلوم کرو

جلوۂ ذاتست دریں گلِ رخاں
اس ذات پاک کا جلوہ ان گل رخوں میں ہے

کس نمی بیند بجز واصل بپرس
جو واصل حق کے علاوہ کوئی نہیں دیکھ سکتا

ایں ہمہ دل بردگی از ذات اوست
یہ دل کا سراسرے جانا بھی اس ذات کی بنا پر ہے

نیست ایں طاقت در آب و گل بپرس
سچ پوچھو تو مٹی اور پانی کے بنے ہوئے انسان میں یہ طاقت نہیں ہے

آب بود آں نیل بہر دوستاں
وہ دریائے نیل دوستوں کے لئے پانی کے برابر تھا

دیگر آں را خوش شدہ آں نل بپرس
سچ پوچھو تو انکے لئے جنھوں نے اسے عبور کرلیا وہ کامیاب و خوش ہیں

گر ز گفتہ نجم ناید اعتبار
اگر نجم کے کہنے کا اعتبار نہ آئے تو سچ پوچھئے

معنی ایں کیف مدّ الظلّ بپرس
تو اس کیف و لذت کے نظلہ پیر در مرشد میں پوشیدہ ہے

غزل

دلارا ملگہے از حال ما پرس — زسوز سینۂ بے حال ما پرس

اے محبوب کبھی ہمارے دل سے ہمارا حال پوچھو — یہ ہم بے حالوں سے پوچھو کہ سینہ کس طرح جلتا ہے

مرا بے دیدنِ روئے تو اے جاں — قرار نیست چہ احوال ما پرس

اے محبوب مجھے تمہارے چہرے کو دیکھے بنا — کسی طرح چین نہیں ہے ہمارا حال کیا پوچھتے ہو

گذارم روز را در اشک باری — ز بیداری شب چند سال ما پرس

میں دن کو روتے ہوئے گزارتا ہوں — اور ہماری چند سالہ شب بیداری کا کیا حال پوچھتے ہو

کلام ایں رقیبم را چہ شنوی — بیا گاہے ز قیل و قال ما پرس

میرے اس دشمن کی بات کو کیا سنتے ہو — کبھی آؤ اور ہمارا ماجرا بھی پوچھو

فرستادم پیام و نامہ صدہا — جوابے تے ز استر سال ما پرس

میں نے سینکڑوں تار و پیغام بھجوائے — لیکن انہی پلٹ کر کبھی جواب ہے ہمارا حال نہیں پوچھا

من از ہجر تو دارم صد علامت — یکے رُخ زرد زاستد لال ما پرس

میں تیری جدائی کی سینکڑوں علامتیں رکھتا ہوں — کبھی ایک بار ہم زرد چہرے والوں سے ہمارا حال دلیل بنا کر پوچھو

ندانم کے بیاید نجمؔ آں دوست

اے نجم میں نہیں جانتا کہ میرا دوست کب آئے گا

برو نزدِ کسے از فالِ ما پرس

کسی کے پاس جاؤ اور فال نکلوا کر میرا حال معلوم کرو

غزل

آہ ایں دل را چہ شد چوں خوش نیاید خانہ اش
افسوس اس دل کو کیا ہوا کہ اسے اپنا گھر اچھا نہیں لگتا

نفرتِ کلی شدہ با خویش و ہم بیگانہ اش
اپنے اور بیگانے سبھی سے اسے کامل نفرت ہو گئی ہے

مسکنِ خود ساخت صحرا ہمچوں مجنوں روز و شب
دن رات ہم نے تو مجنوں کی طرح صحرا کو اپنا مسکن بنا لیا ہے

در خیالِ دوست خود خوش آید ایں ویرانہ اش
اور اپنے دوست کے خیال میں ہمارے دلکو ویرانہ ہی اچھا لگتا ہے

جاں دہد گر عاشقِ شیدا بگوئی یارِ خود!
اگر پکا عاشق جان بھی دیتا ہے تو اپنے یار سے کہو

شمع را گویم چہ پروا ایست با پروانہ اش
کہ میں شمع کی بات کرتا ہوں جبکہ اسے اپنے پروانے کی کیا پرواہ

در دلت گر بود با عاشق دغائے اے صنم
اے بت عیار اگر تیرے دل میں عاشق کی طرف سے دغا تھی

بر جمالِ خویش پس چوں ساختی دیوانہ اش
تو پھر اسے کیوں اپنے حسن کا دیوانہ بنا لیا

ایں حدیثِ پارسائی را بگو پیشِ نجم
اس نجم کے سامنے پارسائی کی باتیں مت کرو

صوفیان چہ بدانی مذہبِ رندانہ اش
تم صوفی لوگ اس کے مذہبِ رندانہ کو کیا سمجھ سکتے ہو

چوں شدی از من جدا مردیم جانا از فراق
نیست بدتر در جہاں اے جان جاناں از فراق

جب تم ہم سے جدا ہو گئے اے محبوب ہم تمہاری جدائی میں مر گئے
اے جان جاناں دنیا میں جدائی سے بری چیز کوئی نہیں ہے

طعنہ و رسوائی و دشنام خوشتر ہست لیک
نیست بر عشاق مشکل تر توانا از فراق

طعن و طنز بدنامی اور گالیاں اچھی ہیں لیکن جوان
عاشقوں کے لئے جدائی سے مشکل تر کوئی چیز نہیں

می روی در ملک لیلیٰ چوں رسی در پیش او
حالِ مجنوں را بگوئی ساربانا از فراق

تو لیلیٰ کے ملک جا رہا ہے جب اس کے سامنے پہنچے
تو اے ساربان مجنوں کے فراق کا حال تو اس سے کہیو

گلعذارا ایں چہ خوئے تست دل رائی بری
باز می سوزی دلم را دل ستانا از فراق

اے خوبصورت چہرے والے تیری کیا عادت ہے کہ ہمارے دل کو لبھا رہا ہے
اے دوست اس کے بعد بھی تو اسے فراق کی آگ میں جلا رہا ہے

گر نہ بودے در جہاں اے نجم ہجر دوستاں
آہ ویراں کے بودے ایں خانما نا از فراق

اے نجم اگر دنیا میں دوست کی جدائی نہیں ہوتی
تو ہمارے یہ گھر (دل کی دنیا) جدائی میں کیسے ویران ہوتے

غزل

بوسہ گیریم کر ز دختر تاک　　باز مستی کنیم بر سر خاک

اگر ہم شراب کا بوسہ لیں　　تو مستی میں زمین پر لوٹیں گے

خوب رو یاں مظاہر حق اند　　عاشق ایشاں چوں گشتہ ایم چہ باک

خوبصورت لوگ اللہ کے نور کے مظہر ہیں　　ہم اس کے عاشق ہو گئے ہیں تو ہمیں کیا ڈر ہے

در دل آں سنگدل نہ کرد اثر　　دود آہم رسید بر افلاک

اس سنگ دل کے دل پر کوئی اثر نہیں ہوا　　جبکہ میری آہ آسمان تک پہونچ گئی

قتلِ عشاق میکنی تا کے　　بازآ از جفا تو اے سفاک

تو عاشقوں کا قتل کب تک کرتا رہے گا　　اے سفاک اور جفاکش اب تو باز آ

زحمتِ اوست بر دلم رحمت　　از جفائے صنم نباشم شاک

دوست کی دی ہوئی تکلیف بھی ہمارے لئے راحت ہے　　میں محبوب کی جفا پر شاکی نہیں ہوں

ایں جمالِ صنم جمال خدا است　　ذات حق کردہ آمد ایں پوشاک

میرے محبوب کا جمال اللہ کا جمال ہے　　اللہ پاک کی ذات نے یہ پوشاک پہن لی ہے

نجم گر وصل خواہی در عشقش

اے نجم اگر اس کے عشق میں وصال چاہتا ہے

دار ایں دیدہ خویش را نمناک

تو اپنی ان آنکھوں کو اشکبار رکھ

غزل

جفاکشیدہ بلا ہائے کشیدہ آمدہ ام
میں جفا اور بلاؤں کا مارا ہوا آیا ہوں

بہ بارگاہ تو با آب دیدہ آمدہ ام
تیری بارگاہ میں آبدیدہ ہو کر آیا ہوں

متاب از منِ مسکیں روئے خود جانا
مجھ غریب کی طرف سے اپنا چہرہ مت پھیر

کہ درد ہجر فراقت چشیدہ آمدہ ام
کہ میں تیرے ہجر اور جدائی کی تکلیف کا مزہ چکھ چکا ہوں

سوائے ذات تو مارا دگر پناہ نیست
تیری ذات کے علاوہ ہمارے لئے کوئی پناہ نہیں ہے

بہ پیش گاہ تو زاں رو دویدہ آمدہ ام
اس لئے تیرے حضور میں میں دوڑتا ہوا آیا ہوں

زجرم عاصی مکافات بد مگیر کہ من .
گنہگار مجرم سے برائی کا بدلہ مت لے کہ میں

زجرم خویش ندامت کشیدہ آمدہ ام
اپنے جرم کی سزا میں خود اپنا سر جھکا کر آیا ہوں

غزل

در ہوایت از دو کون آزادہ ام — بے وطن در کوئے توافتادہ ام

تیرے عشق میں دونوں جہان سے بے نیاز ہوں — بے وطن ہو کر تیرے کوچہ میں آپڑا ہوں

حالِ مارا گرنمی پرسی مپرس — من براہت جان و دل بنہادہ ام

اگر ہمارا حال نہیں پوچھتا ہے تو مت پوچھ — میں نے تو تیری راہ میں اپنی جان و دل قربان کر دیا ہے

گرنمی داری خیال ما مدار — غیر از تخیل تو دل سادہ ام

اگر تو ہمارا خیال نہیں رکھتا ہے تو مت رکھ — تیرے خیال کے بغیر ہمارا یہ دل خالی ہے

جان من بہر خدا سوئیم بہ بیں — دست بستہ بر درت استادہ ام

اللہ کے واسطے ذرا ہمارا حال آکر تو پوچھ — ہم ہاتھ جوڑے ہوئے تیرے در پر کھڑے ہوئے ہیں

نجم گر عاصی است از عصیاں چہ باک

اے نجم اگر تو گنہگار ہے تو گناہ کا کیا خوف ہے

دست در دستِ سلیماں دادہ ام

تو نے اپنا ہاتھ شاہ سلیمان کے ہاتھ میں دیدیا ہے

غزل

جمالِ یار رابیشک جمال اللہ می بینم — وصالِ آں بتِ رعنا وصال اللہ می بینم

میں بیشک جمال یار میں اللہ کے جمال کو دیکھتا ہوں — اس محبوب کے ملنے کو میں اللہ سے ملنے جیسا سمجھتا ہوں

چرنہ دہم دل خود راباآں غارت گر دلہا — کہ اوصاف وشمائل او مثال اللہ می بینم

میں اپنے دل کو کیوں نہ اس غارت گیر کو دیدوں — میں اسکے اوصاف وشمائل کو اوصاف اللہ کیطرح دیکھتا ہوں

الا اے زاہدِ واعظ بگیری عیب رنداں را — بشکل ایں پری رویاں کمال اللہ می بینم

اے واعظ و زاہد اللہ کے واسطے رندوں کے عیب کو نہ دیکھ — میں ان خوبصورت چہروں میں اللہ کو دیکھتا ہوں

چہ نسبت پارسائی رابمن قلاش اے ناصح — دوئی را در خیالِ خود وبال اللہ می بینم

اے ناصح مجھ جیسے قلاش آدمی سے پارسائی کا کیا تعلق — میں دشمن کو اپنے خیال میں اللہ کا عتاب سمجھتا ہوں

اگر تو زاہدا براری وگر ایں نجم قلاش است

اے زاہد اگر تو نیک بخت ہے اور نجم مفلس غریب ہے تو کیا ہوا

دلیل عفو تقصیرم کلام اللہ می بینم

میں تو اپنے گناہوں کی معافی کی دلیل کلام اللہ میں پاتا ہوں

غزل

الٰہی در جہاں تا زندہ باشم
بیادِ روئے تو، پائندہ باشم

اے اللہ جب تک میں دنیا میں زندہ رہوں
تب تک تیری یاد میں جاوداں رہوں

مرا در دست شیطان نفس مگذار
اعوذ از شرِ شا خوانندہ باشم

اے اللہ مجھے نفس (شیطان) کے ہاتھوں سے بچا
میں ہمیشہ اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں

دلم را کن خدایا مخزنِ خوف
مدام از قہرِ تو ترسندہ باشم

اے اللہ تو میرے دل میں اپنا خوف اس قدر بھر دے
کہ میں تیرے قہر سے ہمیشہ ڈرتا رہوں

نگہ داری مرا یا رب از آں کار
کہ در روزِ جزا شرمندہ باشم

اے یار اس کام سے میری نگہبانی کر یعنی مجھے روک
کہ جس کی وجہ سے مجھے قیامت کے روز شرمندہ ہونا پڑے

منم از خادمانِ شہ سلیمانؒ
مدام از تالہ و تازندہ باشم

میں شاہ سلیمانؒ کے خادموں میں سے ہوں
میں ہمیشہ اس نام پر نازاں ہوں

مرید خاندانِ خواجگانم
وسیلہ چشتیاں جوئندہ باشم

میں خاندان حضرت خواجہ معین الدین حسن کا مرید ہوں
اور ہمیشہ چشتیوں کے سلسلے سے وسیلہ تلاش کرتا رہوں

بر من ہست دستِ شاہ جیلاں
بایں امید رامندہ باشم

میرے سر پر غوث الاعظمؒ کا ہاتھ ہے
اسی امید پر میں آرام سے ہوں

دلا از جرم خود ہرگز میندیش
کہ از لا تقنطو درخندہ باشم

اے دل اپنی خطاؤں سے ہرگز مت گھبرا
اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو اس سے خوش ہوں

الٰہی نجمؔ را در رجم میںداز
اے اللہ نجم کو ٹھوکروں میں پڑنے دے

طلب در رہت پوئندہ باشم
تاکہ میں ہمیشہ تیری راہ میں چلتا رہوں

غزل

مرحبا اے پیکِ دل آرام من
خوش آمدید اے میرے دل کے چین و سکون کے قاصد

باز بگو قصۂ گلفام من
مجھے میرے گلفام محبوب کا قصہ سنا دے

آمدی خوش آمدی خوش آمدی
تیرا آنا مبارک، تیرا آنا مبارک، تیرا آنا مبارک

دوست چہ گفتہ بگو پیغام من
دوست نے کیا پیغام بھیجا مجھکو سنا

قاصدا بر چشم تو قرباں شوم
اے قاصد میں تیری آنکھوں پر قربان

دید روئے یار گل اندام من
کہ ان آنکھوں نے میرے نازک اندام محبوب کو دیکھا ہے

از تو چہ پرسید بگو حالِ ما
جب محبوب تجھ سے پوچھے تو مرا حال کہہ سنانا

پیشِ تو بگرفت گاہے نام من
کیا کبھی اس نے تیرے سامنے میرے نام کا ذکر کیا

راست بگو وعدۂ دیدار چیست
سچ کہہ دیدار یار کا وعدہ کیا ہے

یار کے آید بگو در بام من
کہ کب وہ اپنا دیدار کرانے کیلئے میرے کوٹھے پر آئے گا

پیش او چہ گفت رقیب لئیم
اس کے سامنے بدبخت رقیب نے کیا کہا

شکوہ چہ کردہ بہ دل آرام من
اس نے میرے سکون دل کے سامنے کیا شکوہ شکایت کی

از من دل خستہ کہ رنجیدہ شد
میرے خستہ دل سے کون رنجیدہ ہوا

یار چہ دیدہ بگو آثام من
مجھے بتا کہ یار نے میری کونسی تقصیر دیکھی

آہ من العشق و آفاتہٖ
آہ کہ اس کا عشق اس آفات میں ہے

واہ از بدبختیٔ ایام من
افسوس میرے نصیب روز کی بدبختی کہ میں اسے کچھ نہیں سمجھ سکا

کے نظر آید بہ نجم آں جمال
نجم کو اس کا جمال کس طرح دکھائی دے سکتا ہے

یاری کن اے طالع فرجام من
اے میری خوش قسمتی میری مدد کر

غزل

رو اے صبا بسوئے مدینہ گذار کن — جانم بروئے سرورِ عالم نثار کن
اے صبح کی ٹھنڈی ہوا مدینہ کی طرف گزر کر — میری جان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر

جانم بلب رسید د بشوقِ جمالِ دوست — ایں حالِ زار عرض بہ پیشِ نگار کن
میری جان محبوب کے جمال کو دیکھنے کے شوق میں لبوں تک آگئی — میرا یہ حال پریشاں اس محبوب کے سامنے عرض کر

جانا برائے چیست عنایت بحبّتِ ما — گاہے نگاہِ لطف۔ بریں سر نثار کن
سچ کہہ اے محبوب ہم پر کس لئے یہ عنایت ہے — کبھی اس شرمسار پر بھی اپنی نگاہ لطف کر

مدت مدید شد کہ جمالت نہ دیدہ ام — گاہے بخانۂ ایں دلِ سوزاں قرار کن
ایک مدت ہوگئی ہے کہ میں نے تیرا جمال نہیں دیکھا — کبھی اس گھر یعنی دل شوریدہ میں آکر ٹھہر

اے نجم ایں درنگ و تساہل برائے چیست
اے نجم یہ تیری اور سستی کس لئے ہے
بگذار خانمان و عزمِ آں دیار کن
گھر بار چھوڑ دو اور اس دربار کا ارادہ کر لو

غزل ۱۱

دلم را سوخت ہجرِ ماہ رویاں
مہ رخوں کے ہجر نے میرے دل کو جلا کر رکھ دیا
تنم بے تاب شد از عشق ایشاں
ان لوگوں کے عشق میں میں ناتواں ہوگیا

تبے دارم کہ رویش را بہ خوبی
میرے محبوب کے چہرے کو وہ خوبی حاصل ہے
قمر گویم و یا خورشید تاباں
کہ میں اس کو چاند کہوں یا چمکتا ہوا سورج

تعالیٰ اللہ زہے روئے کہ طلعش
سبحان اللہ مبارک ہو اس کا درخشاں چہرہ
کند حورانِ جنت را پشیماں
جو کہ جنت کی حوروں کو بھی شرمندہ کر دیتا ہے

چوں بیند زاہد صد سالہ اورا
اگر صد سالہ زاہد اس کے چہرہ کو دیکھے
شود کافر ز عشقش آں مسلماں
تو وہ مسلمان زاہد اس کے عشق میں کافر ہو جائے

بیک غمزہ کند صد دین برباد
وہ اپنے ایک ناز سے سینکڑوں مذہب برباد کر دیتا ہے
کند صد عشوہ در وقت خراماں
کیونکہ وہ محوِ خرام ہوتا ہے تو اس میں سینکڑوں نخرے پیدا ہو جاتے ہیں

بتے عابد فریبے نازنینے!
میرا محبوب اپنے نازک اندام اداؤں سے عابد کو بھی بہکا دے
فرشتہ گویمش یا حور و غلماں
میں اسے فرشتہ کہوں، حور کہوں یا غلماں کہہ کر پکاروں

زوصلش بہرہ یابم محال است
اس کے وصال سے کوئی فائدہ حاصل کرنا ناممکن ہے

مگر مددے کند شاہ سُلیماں
الّا یہ کہ جب شاہ سلیمانؒ میری مدد کو آئیں

مریض لادوا ہستم طبیبا
اے میرے طبیب میں لاعلاج مریض ہوں

بجز وصلش نباشد ہیچ درماں
اور سوائے اس کے وصال کے میرا اور کوئی علاج نہیں ہے

رہائی مشکل است از بند زلفش
اس کے زلف کے پیچ سے رہائی بہت مشکل ہے

پریشاں کرد مارا مو پریشاں
اس نے اپنی زلفیں بکھیر کر ہمیں پریشان کر دیا

ندانم کے رسم در ملک وصلش
مجھے نہیں معلوم کہ اس کے وصل کے خاطر اسکے ملک میں میری رسائی کیسے ہوگی۔

کہ بس تنگ آمدم از دستِ ہجراں
میں تو اس جدائی کے ہاتھوں بہت تنگ آگیا ہوں

فنا فی العشق شد نجما مقام
اے نجم یہ میرا مقام ہے کہ میں عشق میں فنا ہوگیا ہوں

ہمیں بس کشتہ مارا دیں وایماں
ہم مارے ہوئے لوگوں کا یہی دین و ایمان ہے

غزل

قصۂ ہجر و فراقش کس نداند ہمچو من
داستان اشتیاقش کس نداند ہمچو من

اس کے ہجر اور جدائی کا قصہ کوئی نہیں جانتا جیسا کہ میں
اس کے اشتیاق کی داستان کوئی بیان نہیں کر سکتا جیسا کہ میں

گرچہ می سازد بیان وعظ و تفسیر حدیث
واعظ از گفتار عشقش کے بداند ہمچو من

اگرچہ وہ وعظ و نصیحت کی باتیں کرتا ہے اور تفسیر و حدیث بیان کرتا ہے
لیکن اس محبوب کے عشق کے سوز کی باتیں کیا جانتا ہے جیسا کہ میں

ہر کہ گوید راز جاناں را بہ پیش دیگراں
از وصال جانِ جاناں باز ماند ہمچو من

جو کوئی اپنے محبوب کے راز کو دوسروں کے سامنے کہتا ہے
وہ اپنے محبوب کے وصال سے محروم رہ جاتا ہے جیسا کہ میں

آہ در زیر فلک از آہ و وانِ درد و غم
کس ز راحت عیش خود را نے چرا ند ہمچو من

افسوس کہ آسمان کے نیچے ان درد و غم کی آہوں سے
کون اس عیش و اطمینان کے ساتھ اس کو چرا سکتا ہے جیسا کہ میں

آنچہ من بخشیدہ ام از چاشنیٔ عشقِ تو
اے صنم کس را زمانہ نے چشاند ہمچو من

میں ہی وہ ہوں جس کو تیرے عشق کی چاشنی حاصل ہوئی
اے میرے محبوب کسی اور نے عشق کی چاشنی نہیں چکھی جیسا کہ میں

وائے اے فرقت چگونہ سوختی سینہ مرا
ایں مزہ از ہجر او کس نے ستاند ہمچو من

ہائے اے جدائی تو نے میرے دل کو کتنا جلایا ہے
اس کے ہجر کا مزہ میری طرح سے کوئی اور نہیں لے سکتا ہے جیسا کہ میں

شیخیٔ خود را فدا کردم بہ دیدن آں جمال
آنچہ من ایں کردہ ام کس نے تواند ہمچو من

میں نے اس کے دیدار کیلئے اپنی شیخی اور سنجیدگی قربان کر دی
میں نے جو کچھ کر دیا ہے کوئی اور دوسرا میری طرح نہیں کر سکتا جیسا کہ میں

آنچہ یار، ہجر تو در دل بدارد ایں نجم
اے دوست جو کچھ تیری جدائی کا غم نجم اپنے دل میں رکھتا ہے

حاشا اللہ اے صنم کس می نتاند ہمچو من
خدا کی قسم اے دوست کوئی دوسرا اتنی شکست نہیں کھا سکتا جیسا کہ میں

غزل

سرو قدا چہ خفتۂ بہرِ خدا قیام کن
اے میرے سرو قد محبوب تو کب تک سوتا رہے گا برائے خدا اٹھ

در چمن نشاطِ خود خیز و بیا خرام کن
اپنی خوشی کے چمن میں محوِ خرام ہو

بلبل خوش صدا بگو ہیچ چرا نمی کنی
اے میٹھی آواز والے بلبل بتا تو کیوں نہیں نغمہ سرا ہوتا ہے

ہست بگلبنِ تو گل تازہ بیا شمام کن
تیرے چمن میں تازہ پھول کھلا ہوا ہے آ اور اپنی مشامِ جاں کو معطر کر

گلشنِ راحتِ تو از صرصرِ ہجر خشک شد
تیرے آرام کا چمن ہجر کی تیز ہواؤں سے خشک ہو گیا ہے

آب بریز باغباں ترکِ چنیں منام کن
اے باغباں ان کی آبیاری کر دے اور اس غفلت کی نیند سے باز آ

بادہ پرستگانِ تو منتظر اند ساقیا
اے ساقی تیرے بادہ پرست تیری آمد کے منتظر ہیں

بادہ دہ از صراحیت دورِ سبو و جام کن
اے ساقی اپنی صراحی کی شراب دے کر جام و سبو کا دور محفل میں چلا دے

ساقی پر از شراب کن جام مرادِ می کشاں
اے ساقی میکشوں کی مراد کا جام شراب سے بھر دے

عاشقِ پیر را عطا باز شباب تام کن
اور اپنے بوڑھے عاشق کو پھر سے ایک نئی جوانی عطا کر دے

بوس و کنارِ دلبراں بہتر است از قیامِ شب
دلبروں سے بوس و کنار کرنا رات دن عبادت و قیام سے بہتر ہے

چہ لب بلب مرا خوبتر از صیام کن
میرے لیے لبالب بھرا ہوا جام روزہ رکھنے سے بہتر ہے

بادِصبا چوں بگذری در چمن حبیب من
اے صبح کی ٹھنڈی ہوا جب تو میرے محبوب کے چمن سے گزرے

یارمرا ازجانبم عرض ہمیں پیام کن
تو میرے محبوب کو میری جانب سے یہ پیام پہنچا دینا

شیفتگانِ روئے تو بر در تو فتادہ اند
کہ تیرے رخ روشن کے فدائی تیرے در پر پڑے ہیں

دور فگن نقاب را باصلائے عام کن
اپنے پرنور نقاب کو ہٹا اور پھر دیدار کی اجازت دے

از در عشق خود مکن خواجہ ہمیں غلام را
اے خواجہ اپنے عشق کے در سے اس غلام کو دور مت کیجئے

خام است بندگی تو آں بندۂ خود تمام کن
ابھی یہ تیری بندگی میں ناپختہ ہے تو اسے اپنا مکمل بندہ بنالے

چوں تو بملک سنگھڑش قاصد اعزم میکنی
اے قاصد جب تو ملک سنگھڑ کا ارادہ کرے تو

بابت دلربایم از جانب من سلام کن
دلربا معشوق کو میری طرف سے سلام عرض کرنا

باہمیں دیدگانِ من نظر فگن بروئے اُو
اور میری انھیں آنکھوں سے انکے رخ انور پر نگاہ کرنا

وز دہن و زبان من بابتِ من کلام کن
اور میری اسی زبان اور منہ سے میرے معشوق سے ہم کلام ہونا

عرض ہمیں است دلربا یگ سگ تو منم
اے میرے دلبر تجھ سے یہ عرض ہے کہ تیرے در کا کتا ہوں

مہر کن و ایں نجم را بہر خدا غلام کن
مجھ پر مہربانی کر اور خدا کے واسطے اس نجم کو اپنا غلام کر

غَزَلْ

مرا با آن بت رعنا خیالے ہست اما چہ　　　باآں گل رُخ اگر ما را وصالے ہست اما چہ

مجھے اس حوالہ معشوق کا خیال ہے لیکن کیا فائدہ　　　اگر اس گلرد سے مجھے وصال حاصل ہے تو بھی کیا فائدہ

بچشمِ من نمی گنجد عزیزاں جز جمالِ او　　　پری رویانِ عالم را جمالے ہست اما چہ

اے عزیزو میری آنکھوں میں اسکے جمال کے علاوہ کچھ نہیں سماتا　　　اگر دنیا کے حسینوں کو جمال و حسن حاصل ہے تو کیا فائدہ

پراند روح عاشق را کمال عشق تا افلاک　　　طیور خلق را گر پر و بالے ہست اما چہ

عشق کا کمال عاشق کی روح کو آسمان تک اڑا لیجاتا ہے　　　عام پرندوں کو اگر بال و پر حاصل ہے تو کیا فائدہ

ترا اے محتسب از علم گر دعوے است با عاشق　　　بحالش نے رسی ہرگز چو قالے ہست اما چہ

اے محتسب اگر تجھے اپنے علم کا عشق کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے تو تو یہ نہیں کر سکتا　　　اسکے حال کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا کیونکہ تو قال کا آدمی ہے لیکن اسکا کیا فائدہ

گہے در پائے خم افتم گہے شکنم سبوئے مے　　　بجان من اگر ایں نوع وبالے ہست اما چہ

میں کبھی خم کے پیروں پر گرتا ہوں کبھی شراب کا پیالہ توڑ دیتا ہوں　　　اگر میری جان پر اس قسم کا وبال ہے تو اس کا کیا فائدہ

حیاتے در نظر ناید مرا ایں تشنۂ وصالش را　　　اگر در چشمۂ حیواں از لالے ہست اما چہ

اس کے وصال کے پیاسے کو زندگی کی کوئی امید نظر نہیں آتی ہے　　　اگر چشمۂ حیواں میں آب حیات کا صاف ستھرا پانی موجود ہے تو کیا فائدہ

ندارد عاشق بیدل بضاعت جز وصال او — غنیان جہان را چوں مالے ہست اما چہ

عاشق بے دل سوائے اس کے وصال کے اور کوئی پونجی نہیں رکھتا — اگر دنیا کے لیسر دل کے پاس کوئی مال و دولت ہے تو ہوا کرے

نباشد راحت جانم بجز آں سایہ دیوارش — اگر طوبائے جنت را ظلالے ہست اما چہ

سوائے اسکی دیوار کے سایہ کے میں اپنی جان آرام کیلئے دوسری جگہ نہیں رکھتا — اگر جنت کے درخت طوبہ کا سایہ ہے تو میرے لئے کیا فائدہ

رجائے وصل او دارم نباشم یاس از رحمت — ز ہجر او بجان من نکالے ہست اما چہ

میں اسکے وصال کی امید رکھتا ہوں اور اسکی رحمت سے مایوس نہیں ہوں — اگر اسکے ہجر کی بنا پر میری زندگی میں کوئی پریشانی ہے تو ہوا کرے

برینم عاقبت روزے بگیرم بوسہ از رویش — فراق من اگر از رو بہ سالے ہست اما چہ

میں کسی دن آخر اسے دیکھوں گا اور اسکے چہرے کا بوسہ حاصل کرلونگا — خواہ میری جدائی کی مدت سال بھر کی بھی ہے تو کیا ہوا ہوا کرے

رقیبا کے رسی ظالم بطالع مجسم شوریدہ

اے رقیب تو شوریدہ مجرم کی قسمت کو کیا پہنچ سکتا ہے

ترا در کوئے او رفتن مجالے ہست اما چہ

تجھکو اسکے کوچہ میں جانے کی ہمت ہے تو ہوا کرے اسکا کیا فائدہ

غزل

غلامِ شاہِ تونسہ شو اگر دنیا و دیں خواہی ۔ بسوئے ملکِ سنگھر رو اگر حق الیقیں خواہی

اگر تو دین و دنیا کی بھلائی چاہتا ہے تو شاہِ تونسہ کا غلام ہو جا ۔ اگر تو حق الیقین کی دولت پانا چاہتا ہے تو ملکِ سنگھڑ کی طرف جا

غم دوزخ نمی دارم مرید پیر افغانم ۔ رضائے شہ سلیماں جو دلا گر حور عیں خواہی

مجھے دوزخ کا کوئی ڈر نہیں ہے کیونکہ میں شاہ سلیمان کا مرید ہوں ۔ اگر تجھے خوبصورت حوروں کی خواہش ہے تو بیٹے شاہ سلیماں کی رضا تلاش کر

بیک جو طالبانِ حق نمی خواہند جنت را ۔ بیا در خدمتِ پیرم تو ہم گر ایں چنیں خواہی

طالبانِ حق ایک جو برابر بھی جنت کی خواہش نہیں کرتے ہیں ۔ اگر تو جنت چاہتا ہے تو میرے پیر کی خدمت میں جا

بیا بر تختِ دل بنگر تو اے طالبِ جمالِ حق ۔ کہ ایں جا ہست جانانت چرا از عرشِ بریں خواہی

اے جمالِ حق کے طلبگار ذرا اپنے دل کی تختی پر دیکھ ۔ کہ اس جگہ تیرا محبوب ہے تو کیوں پھر عرشِ بریں کی خواہش کرتا ہے

ہماں واجب کہ زندہ باش با شانِ سُلیمانی ۔ فدا شو بر جمالِ او چرا از خلدِ بریں خواہی

ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم شانِ سلیمانی کے ساتھ زندہ رہیں ۔ اس کے جمال پر فدا ہو جا تو کیا جنت کو چاہتا ہے

چوں دستِ خویشتن دادی بدستِ ایں چنیں شاہے

جب تو نے اپنا ہاتھ اس بادشاہ کے ہاتھ میں دے دیا

کدامی نعمت از یں اے نجمِ دیں خواہی

تو پھر اے نجم اس نعمت سے بڑھ کر تو کس نعمت کی خواہش کرتا ہے

غزل

اے ملامت عشق راتو شحنہ بازار آمدی
واہ رسوائی دلم را صیقل زنگار آمدی

اے مین وتشنیع تو عشق کا کوتوال بن کر بازار میں آیا
دلو رے میری رسوائی کو میرے دل کے زنگ کو دور کرنے کیلئے آیا

یارب ایں عشقست یا آفت ویا نار جحیم
اے دل حیرانم کہ چوں در تودۂ نار آمدی

یارب یہ عشق ہے یا آفت، یا جہنم کی آگ
اے دل میں حیران ہوں کہ کس طرح سے تو اس آگ کے ڈھیر میں گیا

کشتۂ ہمچوں قلندر در پے دیدارِ دوست
صومعہ را بگذاشتی در کوچہ و بازار آمدی

دوست کے دیدار کی خاطر قلندر کی مانند ذخمی ہوکر
خانقاہ چھوڑدی اور کوچہ و بازار میں آگیا

آفریں باداترا اے صوفی با نام و ننگ
جام صہبا را چشیدہ مست و سرشار آمدی

اے زاہد مجھے آفریں ہے کہ اپنی عزت و ناموس کے باوجود
شراب کا جام چکھنے کے لئے مست و سرشار ہوکر بھاگ آیا

توبہ را بشکستے بہر مغبچہ کافر نہاد
خرقہ را از برکشیدہ اہل زُنّار آمدی

تونے توبہ توڑ ڈالی ایک کافر نہاد مغبچہ کے لئے
تصوف کا چوغہ اتار دیا اور اہل زنّار میں شامل ہوگیا

سالہا می بودہؑ در نخوت و شیخی خود
آخرش مستر شد آں را باعث انکار آمدی

آپ اپنی شیخی و غرور میں سالہا سال سے پڑے ہوئے ہیں
آخر آپ کا راز کھل گیا اور آپ اسکا انکار کرنے کیلئے آئے ہیں

ناگہاں آمد نگاہم آں بتِ شمشادِ من
طالعم شاباش آخر بس مددگار آمدی

شمشاد کی مانند محبوب کا چہرہ اچانک میری نگاہوں کے سامنے آگیا
اے میری قسمت تجھے شاباشی دیتا ہوں کہ آخرکار تو میری مدد کو آئی

گفتمش خو جمال خویش اے لیلائے من
قیس را مجنوں نمودہ چوں باستار آمدی

میں نے اس سے کہا کہ میری لیلیٰ مجھے اپنا جمال دکھا
تونے قیس کو مجنوں بنادیا کہ جبکہ تو خود پوشیدہ ہوگئی

چشم را پرنم نمودہ گفت آں شیریں زبان
اس شیریں زبان نے اپنی آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا کہ

ہمچو فرہاد اے نجم بہر کہسار آمدی
اے نجم تو ٹھوکریں کھاتا ہوا میرے لئے فرہاد کی مانند کہسار میں آیا

غزل

محتسب ایں جاں پئے تحقیقِ اَخبار آمدی　　بہر جانِ عاشقِ شیدا ستمگار آمدی

اے محتسب تو یہاں خبروں کی چھان بین کے لئے آیا　　اور اس عاشقِ شیدائی کی جان لینے کیلئے ستمگر بن کر آیا

کردۂ تحقیق حالِ عاشقِ دل دادہ را　　آفریں صد آفریں بہر ایں کار آمدی

اور اب تو نے اس دلدادہ عاشق کی حالت کی چھان بین کر لی ہے　　تجھ پر سینکڑوں شاباش کہ تو اس کام کے لئے آیا

آمدی ایں جا پئے تشہیرِ من اے بختِ بد　　بہر سترِ حالِ من چہ خوب ستار آمدی

اے میری بدبختی تو یہاں میری رسوائی کے لئے آئی　　میرے حال کو پوشیدہ رکھنے کے لئے کیسا ستار آیا

از تو پرسم اے عدو از من عداوت بہر چیست　　بہرِ من ایں نیست بہرِ خود زیاں کار آمدی

اے دشمن میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ یہ عداوت مجھ سے کس لئے ہے　　یہ میرے لئے نہیں ہے بلکہ تو خود اپنے آپ کو نقصان پہنچانے کیلئے آیا ہے

میروی ہر روز سوئے کوچہ اش از بہرِ منع　　در حقِ من اے ستمگر چیست جبار آمدی

تو ہر روز اسکے کوچہ میں روکنے کے لئے جایا کرتا ہے　　اے ستمگر میرے حق میں تیری یہ زبردستی کیوں ہے

حالِ رنداں را چہ دانی اے رقیبِ سرنگوں　　جامِ صہبا را چشیدہ کے سرشار آمدی

اے شرمندہ رقیب تو رندوں کے حال کو کیا جانے　　تو کب شراب کے جام کو چکھ کر مست و بے خود آیا

کارِ زاہد دیگر است و کارِ رنداں دیگر است　　رازِ مستاں را ندانی چوں عیار آمدی

زاہد کا کام اور ہے رندوں کا کام اور ہے　　تو مستوں کا حال کیا جانے کا جبکہ تو ٹھگ بن کر آیا

از خدا می خواستم ہر دم پناہے از رقیب
چوں رقیبم دوست شد تو ہم دگر بار آمدی

میں ہمیشہ خدا سے رقیب کی موجودگی سے پناہ مانگتا رہا
اور رقیب جب میرا دوست بن گیا تو پھر دوبارہ کس لئے آیا

می نمائی توبہ ہر دم توبہ ہر دم توبہ میکنی
از گناہم میکنی یا خود بدیں کار آمدی

ہمیشہ تو توبہ توبہ کرتا دکھائی دیتا ہے
کیا یہ توبہ تو میرے گناہوں کیلئے کرتا ہے یا دینی کام کیلئے آیا

توبہ ظاہر نزد حق ذرہ مقدار نیست
توبہ دل باید ت گر تو نکو کار آمدی

بظاہر تو اللہ کے نزدیک ذرہ برابر بھی نہیں ہے
تجھے دل سے توبہ کرنی چاہئے اگر تو نیکو کار بن کر آیا ہے

بس کن اے ظالم تو شرارت خویش از من دور کن
دور شو از من کہ در نظر تو بدکار آمدی

اے ظالم خدارا تو اپنے راز کو مجھ پر افشا نہ کر
کیونکہ تو میری نگاہوں میں بدکار بن کر آیا ہے

روزِ محشر کے بپرسند از تو از اعمال غیر
رشتہ باشی زاہد اگر تو زجنار آمدی

محشر کے دن تجھ سے غیروں کے اعمال کب پوچھے جائیں گے
اے زاہد تو کب چھوٹ جائے گا جو اس قدر مکروفریب ساتھ لایا

عیب قلاشاں مکن اے زاہد پاکیزہ خو
گر برندی باشم دگر تو زا برار آمدی

اے پاک طبیعت زاہد تو ہم مفلسوں کی عیب جوئی مت کر
کیا ہوا ہم اگر رندی میں مبتلا ہیں تو بڑا بزرگ بن کر آیا

تا توانی پا منہ اندر فراق دوستاں
دوستی عجب است گر او را خریدار آمدی

جب تک ہو سکے دوستوں کی فراق کی دنیا میں قدم نہ رکھ
دوستی بڑا سرمایہ ہے کیا ہوا اگر تو اس کا خریدار بن کر آیا

ناصحا گر توبہ فرمائی مرا از زشت کار　　توبہ کردم از گنہ چوں منعِ دیدار آمدی

اے ناصح تو مجھے بدکاری سے روکنے لیے توبہ کی تلقین کرتا ہے　　تو میں اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہوں جب تو اسکے دیدار سے منع کرنے کیلئے آیا

بے جمالِ یار خود واللہ مرا آرام نیست　　بہر قتلم آمدی و بہر آزار آمدی

مجھے بغیر جمال یار کے خدا کی قسم کبھی آرام نہیں ہے　　تو میرے قتل کیلئے آیا اور تو مجھے آزار و مصیبت دینے کیلئے آیا

چند می سازی ملامت اے ملامت گر مرا　　اے ملامت عشق را تو شحنہ بازار آمدی

اے ملامت کرنے والے تو مجھے کب تک ملامت کا نشانہ بنائیگا　　اے محتسب اور شحنہ تو عشق کی ملامت کرنے کیلئے بازار میں آیا

بندمی سازی مرا از دیدن دیدار دوست　　ناصحا بہر در حق من تو بس دلآزار آمدی

مجھے دوستوں کی دید سے روکنے کیلئے پابندی لگا رہا ہے　　اے ناصح تو مجھے حق کے دروازہ سے روکنے کیلئے ظالم بن کر آیا

من ہمی خواہم تراشم ریشِ خود جامہ درم　　آفریں بر ہمچو ضعفا آفریں اے دل کہ بس زار آمدی

میں بھی چاہتا ہوں کہ داڑھی منڈھا دوں کپڑے پھاڑ لوں　　اے دل میں تیری ہمت پر آفریں کہتا ہوں کہ تو بہت پریشان حال بن کر آیا

نجم را گر زندگی خواہی بفرما دوست را
اگر نجم کی زندگی چاہتے ہو تو اس دوست کو بلا کر
تا بہبینم روے او تو خاص دربار آمدی
تاکہ اسکے چہرے کو دیکھوں آپ کے دربارِ خاص میں حاضر ہو

تاریخ تعمیر مسجد خورد

تعمیر کردہ:
حضور شاہِ ولایت خواجہ نجم الدینؒ

بدورِ شہ سراج الدین بہادر
شہ سراج بہادر کے دور میں
کہ خلفِ الصدق اکبر شاہ ثانیست
جو کہ اکبر شاہ ثانی کے سچے خلیفہ او جانشین ہوئے

بفضلِ حق طفیل شاہ سلیمانؒ
اللہ کے فضل اور شاہ سلیمان کے طفیل
کہ پیر و مرشدم راہِ حقانیست
جو کہ راہِ حق کے راہی اور میرے پیر و مرشد ہیں

ہمیں مسجد کہ در بیہڑ فتح پور
فتح پور شیخاوٹی کے بیہڑ میں یہ مسجد
مرتب گشتہ نجم الدین بانیست
نجم الدین نے جو اس کے بانی ہیں اسکو تعمیر کروایا

من از پسرانِ احمد بخش ہستم
میں احمد بخش کے بیٹوں میں سے ہوں
کہ از اولادِ سلطان تارکانیست
جو کہ حضرت صوفی حمید الدین سلطان التارکین کی اولاد سے ہیں

ز ابراہیم میران بخش معمار
ابراہیم میراں بخش معمار کے ذریعہ
مہیا گشتہ در عالم نشانیست
اس دنیا میں یہ نشانی مہیا ہوئی ہے

ہزار و دو صد شصت و نہم سال ۱۲۶۹ھ
ایک ہزار دو سو انہتر ہجری کا سال
سنا ہجری فخر دو جہانیست
یہ ہجری سن دونوں جہان کیلئے فخر کا باعث ہے

از شاعر صاحب دیگر

ہمیں مسجد کہ در بیٹر است اے یار
زسعیٔ نجم الدین گشتہ است تیار

اے دوست ذہ مسجد جو کہ فتح پور کے بیٹر میں ہے
نجم الدین کی کوششوں سے تیار ہوئی

مصاحبِ راجہ پیر بخش اوّل
پے تعمیر دادہ مبلغاں چہل

پیر بخش جو کہ اوّل راجہ کا مصاحب ہے
چالیس روپے اس کی تعمیر کے لئے دیئے

پس او کپتان الٰہی بخش سیکر
بدادہ سی روپیہ بار دیگر

اس کے بعد سیکر کے کپتان الٰہی بخش نے
جس نے دوسری مرتبہ تیس روپے دیئے

بقیہ آنچہ شد مصروف برایں
زنزد خود خرچ کردہ نجم دیں

باقی اس پر جو کچھ خرچ ہوا
سو وہ نجم الدین نے اپنی پاس سے کیا

چو وقت استرکاری آمد
بدل ایں سہ کساں را نیکی آمد

جب پلاسٹر کرنے کا وقت آیا
تو ان تینوں کی نیک کام آئی

محمد فتح و میران بخش رمضان
خدا ایں ہر سہ را بخشید ایماں

محمد فتح، میراں بخش اور رمضان
کہ اللہ نے ان تینوں کو ایمان بخشا

کہ ایشاں قومِ معماران ہستند
کمر خود را پے للہ بستند

یہ تینوں معماروں کی قوم سے ہیں
انھوں نے فی سبیل اللہ اپنی کمریں باندھ لی

بقوم خویشتن سیسودیا نند — یقیں است ایں کہ ایشاں باایماں اند

یہ اپنی قوم سے "سی سودیا" ہیں — یقین ہے کہ یہ سب باایمان ہیں

چو وقتِ آمد احاطہ صحن و اللہ — سفید آں را بہ قلعی کر للہ

جب مسجد کے صحن اور برآمدے کی تعمیر کی نوبت آئی — تو فی سبیل اللہ انہیں لوگوں نے قلعی کی

الٰہی بخش ایمن قومِ معمار — کہ سیسو دلیست دارد مالِ بسیار

قوم کے معمار الٰہی بخش ایمن نے — جو سی سودی قوم سے ہیں اور انکے پاس بڑی دولت ہے

ہدایت کردہ حق اورا بدیں کار — خدایا دہ پسر اورا نکوکار!

اللہ نے اس کو اس کارِ خیر کی ہدایت دی — اے اللہ اسے نیک لڑکا عنایت فرما

ہر آں شد صرف برایں استکاری

جو کچھ کہ اس کے پلاستر میں خرچ ہوا

ہمیں سہ کس نمودن باری باری

انھیں تینوں نے باری باری خرچ کیا

تاریخ تعمیر محفل سماع خانہ

تعمیر کردہ جناب مولوی حکیم محمد حسن صاحب امروہی

خلیفہ حضرت خواجہ حاجی محمد نجم الدینؒ

بفضلِ خدا ایزد ذوالمنن　　مہیا شد ایں خانۂ انجمن

خدا کے فضل سے جو دونوں جہان کا مالک ہے　　یہ محفل خانہ مہیا ہوا

بنا ساخت ایں را برائے سماع　　جناب حکیم محمد حسن

محفل سماع کے لئے یہ عمارت تعمیر کرائی　　جناب حکیم محمد حسن صاحب نے

زہے عالم و فاضل و دیندار　　کہ اوراست امروہہ جائے وطن

جو کہ عالم فاضل اور دیندار ہیں　　جن کا وطن امروہہ (یوپی) ہے

سیادت پناہ نبیرہ ترکمان　　کہ دہلی مراوراست جائے دفن

سیادت پناہ ترکمان کے علاقہ میں　　کہ جن کی جائے تدفین دہلی ہے

بعشقِ خدا سوختہ جان و دل　　ندیدم کسے مثلِ او در زمن

اللہ کے عشق میں انھوں نے دل و جان جلا ڈالے　　میں نے ان جیسا زمانے میں کسی کو نہیں دیکھا

زہے شیفتہ بر رخِ پیر خود　　فدا ساختہ بہر او جان و تن

وہ اپنے پیر و مرشد کے روئے زیبا کے بڑے عاشق تھے　　جن پر انھوں نے اپنا دل و جان قربان کر رکھا تھا

بہر سال ایں جائے آید ز شوق　　ز اجمیر آں صاحب علم و فن

وہ ہر سال اس جگہ شوق سے آتے تھے　　اجمیر کے وہ صاحب علم و فن ہیں سے تھے

مرید مراد داست شہ نجم دیں　　خلیفہ سلیمان غوث زمن

شاہ نجم الدین مریدوں کی مراد ہیں　　غوث زماں شاہ سلیمانؒ کے خلیفہ ہیں

الٰہی معزز بدارش بفضل　　مرادش بدہ پیکر من پیر من

اے اللہ انکو اس بڑائی کے ساتھ معزز و محترم رکھ　　اور ان کو بھر بھر دامن انکی مرادیں عطا فرما

چو غور سنہ بزم گاہ کردہ شد　　بگفتار مر از من دہن!

جب اس بزم گاہ کی سن تعمیر پر غور کیا گیا　　تو میرے منہ سے یہ بات نکلی

ہزار و دو صد سال وہشتاد و شش

بارہ سو چھیاسی ۱۲۸۶ھ

سن ہجری ایں مکان دان زمن

سن ہجری اس مکان کی سن تعمیر نکلا

دیوان خواجہ نجم اردو

مُصنّف

حضرت خواجہ محمد نجم الدینؒ صاحب سلیمانی الفاروقی

فتح پور

سخن ہائے اردو

بابُ الالف

حمد باری تعالیٰ

تیرے نام کا ورد میرا ہوا — سبھی کو دیا چھوڑ تیرا ہوا
لگا ہے تیرے عشق کا جب سے تیر — اسی دن سے جنگل میں ڈیرا ہوا
جو پیغام لایا ہے تیرا رسولؐ — بجاں اور دل اس کا چیرا ہوا
ہوا اُس کے قدموں کی جب خاکِ دل — مرے دل میں اس کا بسیرا ہوا

پھرا جس کا ہے نجمؔ اس در سے سر
رہے دین و دنیا میں گھیرا ہوا

نَعتُ شَرِیفُ

دکھا دو مجھکو بھی چہرہ تمہارا
رسولؐ اللہ تمہارا ہوں تمہارا

تمہارے دردِ فرقت نے ہے مارا
نہیں ہے زندگی مجھکو گوارا

نہ دیکھو فعل کو میرے نبیؐ جی
دکھا دیجو جمال اپنا خدارا

نکھیر و اس کو اپنے در سے صاحب
تمہارے در کا یہ سگ ہے بیچارا

ہوں سر سے پیر تک میں گرچہ عاصی
ولیکن ہے مجھے تیرا سہارا

پکڑ کر دامنِ حضرت کہوں گا
تمہارا ہوں تمہارا ہوں تمہارا

بھلا دوزخ میں ہم جاوینگے کیونکر
شفیع رکھتے ہیں ہم اللہ کا پیارا

کہا یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى
شفاعت کا اسی میں ہے اشارا

یہ نجمؔ ان کا ہے اور وہ نجم کے ہیں
نبیؐ پر میں نے جی اور جان ہے وارا

غزل

تیرِ مژگاں کا ستم گر نے میرے پار کیا
زلف اپنی میں پھنسا کر مجھے لاچار کیا

توڑ تسبیح پہن لی میاں زنار ہم نے
جب سے کہ عشق میں اس بت نے گرفتار کیا

دوستو! نام نہ پوچھو مرے اس قاتل کا
تیغِ ابروئے سلیماںؒ نے یہ وار کیا

کیوں نہ اس جان کو اپنی کروں قربان اس پر
کنت کنز کا مجھے واقفِ اسرار کیا

آفریں باد ہے اس ساقی باقی کو نجمؔ
اس طرح عشق میں جس نے تجھے سرشار کیا

غزل

غالب ہوا ہے شوق رسول کریم کا
جاروب کش بنوں گا میں ان کے حریم کا

کوچہ اسی کا میرے لئے باغِ خلد ہے
کیا لے کے اب کروں گا میں دار النعیم کا

بادِ صبا سنا میرا احوال ان سے جا
تو ہی علاج ہے میرے اس دکھ کے ڈھیم کا

ایسا ہوں تجھ فراق سے اے سرورِ جہاں
گویا عذاب ہے مجھے نارِ جہیم کا

لے لے کے نام تیرا جہاں میں حیات ہوں
ہے ورد رات دن یہی نجمِ سقیم کا

غزل

اے دوست ترے عشق نے دیوانہ کر دیا ۔ سب اپنے خویش سے مجھے بیگانہ کر دیا
یاں تک تو، ہو گیا ہے تیرے عشق میں جنوں گھر اپنا شہر چھوڑ کے ویرانہ کر دیا
اللہ رے ترے حسن کی خوبی اے شمع رو یک بار منہ دکھاتے ہی پروانہ کر دیا
تسبیح ہزار دانہ جو رکھتا تھا ہاتھ میں وہ سب جلا کے ساکن میخانہ کر دیا
از خود نہیں ہوا ہوں میں مستِ شرابِ عشق ساقی نے مے سے پُر میرا پیمانہ کر دیا

یہ نجسم جو ہوا ہے سلمانؓ کا غلام
ساعت میں اس کی شان کو شاہانہ کر دیا

غزل

ہم نے تمہارے عشق میں یہ اپنا سر دیا دل بھی دیا تو جان بھی دی سارا گھر دیا
خانہ بدوش مجھکو جو دیکھو ہو دوستو بے خانما اسی کی محبت نے کر دیا
مدت سے ہم نے دفترِ ناموس و ننگ کو تہ کر کے طاق میں اسے اک سمت دھر دیا
میں جان اور دل سے سلیماں شہ کا ہوں جس نے کرم سے مجھکو جو نورؒ و فخرؒ دیا

اے نجسم تم تو عشق میں ثابت قدم رہو
دنیا کی حسن سلامتیں زاہد تو ڈر دیا

غزل

کوئی چاہے اگر ہر دم حضوری یار میں ہونا
وکر لو بھول کر یارو کبھی کس رات میں سونا

میرا دلدار آیا تھا رہا افسوس میں سوتا
ہے ساری عمر کا میرے مقدر میں لکھا رونا

زلیجا بھول کر میرے سندیسے کو ارے قاصد
مروں گا یار کے غم میں کروں ہرگز نہیں گونا

صنم آئے نہیں اب تک کیا پردیس میں باسا
نہ جانوں شیام پیارے پڑ گیا کس سوک نے ٹونا

تمامی لوگ ہنستے ہیں دیوانہ جان کر مجھکو
اکیلا غمزدہ ہو کر پکڑ رکھا ہے اک کونا

لگی برسات کی جھڑیاں نجم بھرتے لگیں انکھیاں
نہ جانوں درد دکھ میرا کرے کس دن خدا کھونا

غزل

جبکہ عرصات میں عالم سبھی حیراں ہوگا
اس گھڑی ہاتھ میں میرے تیرا داماں ہوگا

نیک بد خلق کا جس وقت کہ ہوویگا حساب
اور قاضی بھی وہاں حضرتِ رحماں ہوگا

نامہ اعمال کا میرے جو دکھادیں گے وہاں
دیکھ افعال کو اپنے یہ پشیماں ہوگا

جب گنہگاروں کو لیجائیں گے دوزخ میں ملک
واں کرم سے تیرے چلنا میرا آساں ہوگا

اس گھڑی رکھیو خدا کہ یہ ہے میرا غلام
اے میرے راہ نماواں تیرا احساں ہوگا

غم نہ کر گرچہ ہیں تقصیر تیری نجم بہت
روز محشر میں شفیع تیرا سلیماں ہوگا

غزل

رکھے گا دل میں کہاں تک گماں جدائی کا ہے اس وجود میں اسرار ربّ الٰہی کا
تیرے وجود کے نسخہ میں ہے وہی مضمون چھپا تھا راز جو پردے میں بادشاہی کا
تو پڑھ کتاب کو اپنی کہ جس کے پڑھنے سے ظہور ہووے سب احوال اس خدائی کا
اگر تو آپ کو فانی کرے گا اے طالب تو ملک ہاتھ لگے گا تجھے بقائی کا
کما لے آج کمانا ہے جو کہ اے غافل اوٹھا و کچھ نہ چلے گا وہاں دہائی کا
تو ڈال قطرۂ ہستی کو بحرِ وحدت میں بتا دیا ہے یہ حیلہ تجھے رہائی کا
تو اپنے آپ سے غافل نہ ہو نجم ہرگز
کہ تیرے واسطے یہ ہے سبب رہائی کا

غزل

نظّارہ کیا میں نے ہے گلفام سبھونکا پر ناز نہ دیکھا میں کبھی ان کے دمبھونکا
ہرچند رہا عشق میں بے تاب انھوں کے بوسہ نہ ملا مجھکو کبھی ان کے لبونکا
اچھا نہ ہوا مرض میرے دل کا عزیزو میں دیکھ چکا نسخہ فلاطوں کے طبونکا
کب جانے تیرا ملنا مجھے ہوسکے حاصل آپہونچا ہے پیغام بھی گوروں کے دنونکا
دن کو تو گذاروں ہوں نجم آہ و فغاں سے
کتنا ہوا مشکل ہے جدائی کی شبوں کا

غزل

تو پردہ اپنے منہ سے گر اٹھا دیتا تو کیا ہوتا
وہ اپنی چاند سی صورت دکھا دیتا تو کیا ہوتا

کروں قربان تجھ اُوپر میں اس اپنی لیاقت کو
شرابِ بےخودی مجھ کو پلا دیتا تو کیا ہوتا

مجھے غم ہے رقیبوں کا رہین ہر دم تیرے دل پر
کدورت غیر کی دل سے دھلا دیتا تو کیا ہوتا

رہا غمناک میں ہر دم تیری اس تند خوئی سے
محبت کا سخن مجھ سے سنا دیتا تو کیا ہوتا

تجسم دُکھ سے رقیبوں کے رہا تجھ یاد سے غافل
تیرے غم سے اگر یک شب رُلا دیتا تو کیا ہوتا

غزل

رشتۂ الفت کو تو نے گرچہ توڑا بےوفا
ہم نے بھی لیکن نہ تیرا عشق چھوڑا بےوفا

گرچہ ہیں گلرو ہزاروں پر نہیں تجھ سا کوئی
اس لئے اس دل کو ہم نے تجھ سے جوڑا بےوفا

میں یہ سمجھوں تھا کہ تو مجھ سے نبھاوے دوستی
پر ذرا سی بات میں ہی مکھ کو موڑا بےوفا

آج کی شب اس جگہ ہی کیجئے مجھ پر کرم
کب سے کھاتا ہوں تمہارا میں نہورا بےوفا

دل جلایا مجسم نے ہر چند تیرے عشق میں
رہ گیا ہے وصل سے آخر یہ کورا بےوفا

غزل

آہ اس دردِ دل نے مجھے حیران کیا
آرزو نے تیرے بیمار کو بیجان کیا

جانتے ہو کہ یہ بیمار ہے میری خاطر
تم نے لیکن نہیں اگر میرا درمان کیا

تیرِ مژگاں سے مجھے ہر گھڑی گھائل مت کر
کیا میرے قتل کا اے دوست یہ سامان کیا

خانۂ دل کو میرے لطف سے آباد تو کر
کسی معشوق نے عاشق کو نہ ویران کیا

نجمؔ کو دور نہ کر دل سے کہ بالکل اس نے
جان کو دینا تیری راہ میں آسان کیا

غزل

آہ لذت نہ ملی مفت میں بدنام ہوا
آتشِ ہجر جل جل کے میرا کام ہوا

قول اقرار تو کر ہم سے ہوا وعدہ خلاف
کام تیرا نہیں یہ موجبِ انسلام ہوا

حسرتِ وصل میرے دل میں ہی لیجاؤنگا
اے میاں دم میرا جب تک کہ نہ انجام ہوا

دردِ فرقت سے ہوں بیمار مگر اے جاناں
داروئے وصل بنا کب مجھے آرام ہوا

تیری اس جور و جفائی کا ہو معلوم تجھے
روزِ محشر کو اگر عدل سرانجام ہوا

نجمؔ کا کچھ بھی تجھے فکر نہیں وعدہ خلاف
وہ تیرے ہجر میں جل جل کے سیہ فام ہوا

غزل

کیا نئی شان دکھا کے مجھے دیوانہ کیا
اور مۓ عشق پلا کے مجھے مستانہ کیا

واہ کیا جلوہ گری ہے تیری اے حسن کے شاہ
آپ تو شمع بنے اور مجھے پروانہ کیا

دیکھ کر فتنہ گری کو تری حیران ہوں میں
مرغ دل دام میں لانے کو عجب دانہ کیا

بیقراری تو مجھے دیدی ہے تسکین بھی دو
کیوں مرے بستے ہوئے گھر کو یوں ویرانہ کیا

یاد یک دم نہ گئی سینہ سے اس نجم کی آہ
جب سے اس کافرِ بدکیش سے یارانہ کیا

غزل

راہ میں دیکھوں ہوں ترے آونے کی دوستا
کیا ہے مرضی چہرہ اب دکھلاونے کی دوستا

منتظر بیٹھا ہوں میں ترا اگر آوے تو آؤ
کیا تیری عادت پڑی ترساونے کی دوستا

گھر تیرا ہے خانہ کعبہ مکھ تیرا دیدار حق
مجھ کو کب حاجت ہے مکہ جاونے کی دوستا

زندگی میری ہے تیرا دیکھنا اور موت ہجر
کیا ہے مرضی جینے یا مرجاونے کی دوستا

گر نہ آؤ تو بھلا مجھ کو ہی بلوالو ذرا
یا سلیماں شکل کو بلواونے کی دوستا

خوب وہ دن تھے کہ میں جاتا تھا سنگم کی طرف
اب پڑی مشکل میرے واں آونے کی دوستا

نجم کیوں بے تاب رہتا ہے فراق یار سے
کر شتابی یار کے گھر جاونے کی دوستا

غزل

جب تلک دل میں میرے عشق کا آزار نہ تھا
مجھکو واللہ کسی غم سے سروکار نہ تھا

لذتِ دردِ محبت سے نہ تھا میں واقف
جب تلک عشق میں اس بت کے گرفتار نہ تھا

عشق نے بت کے کیا مجھکو برہمن یارو
ورنہ مطلب میرا از دھرہ وزنار نہ تھا

یہ عجب کفر ہے ایمان ہو حاصل جس سے
خالی اس کفر سے گو صاحب اسرار نہ تھا

چین پڑتا ہے تجھے کیسے نجمؔ اس کے بغیر
شہ سلیماں سا ترا جگ میں کوئی یار نہ تھا

غزل

جان چک کوچے میں اس کے میرا آنا ہو گیا
سامنے اس ماہ رو کے میرا جانا ہو گیا

چاند کا ٹکڑا کہوں یا اس کو سورج کی کرن
دیکھ کر مکھڑے کو اس کے دل دیوانا ہو گیا

او رے قسمت نگاہِ لطف سے دیکھا نہیں
ڈھک گیا مکھڑے کو شرمو نکا بہانا ہو گیا

میں کہاں دیکھوں نہ دیکھوں میں تو ہوں تم پر فدا
تیری الفت کا میرے دل میں ٹھکانا ہو گیا

کب تلک رکھے گا دل میں عشق کو پنہاں نجمؔ
تیرے شیدا پن کا گھر گھر میں فسانہ ہو گیا

غزل

جب شاہِ قدم کسوتِ امکان میں آیا — وہ گنجِ خفی سارا ابھر اعیان میں آیا

کس شان سے گذرا وہ شہ نام و نشاں پر — مطلق رہا اور قید کے میدان میں آیا

اجمیر میں چشتی ہوا اور رحمتِ عالم — بن راس مشیخت شہ جیلان میں آیا

عالم جو پلٹ تلخیٔ عصیاں کو پہنچا — ہو گنجِ شکر شیوۂ غفران میں آیا

محبوب کے بننے کی جو اس شاہ نے ٹھانی — محبوب الٰہی کے وہ عنوان میں آیا

وہ نور محمد میں ہوا ختم ولایت — بن غوثِ زماں خواجہ سلیمان میں آیا

جب جوشِ محبت سے ہوا اپنے وہ حیراں
بن نجم کی صورت دلِ نالاں میں آیا

غزل

لگے ہے مجھکو پیارا دوستو یہ نام سنگھڑ کا
رکھوں یوں وِرد میں ہر صبح اور شام سنگھڑ کا

عزیزو جا ونا سنگھڑ کا ہے معراج عاشق کو
کہ رتبہ عرش جیسا ہے میاں اس بام سنگھڑ کا

شہیدِ عشق سے پوچھو کوئی تعریف سنگھڑ کی
کہ اس نے چکھ لیا ہے ذائقہ صمصام سنگھڑ کا

اگر چہ ناتوانی ضعف بھی غالب ہو عاشق پر
جواں کرتا ہے اس کو پھر بھی نشہ نام سنگھڑ کا

زلیخا کی طرح دیوانہ اور پروانہ ہو جاوے
جو کوئی دیکھ لے چہرہ میرے گلفام سنگھڑ کا

خماری حشر تک اس کی نہیں اترےگی اے ساقی
پلا دے جس کو تو یک قطرہ بھی اس جام سنگھڑ کا

ہزاروں کوس سے نخچیر وہ صیاد کھینچے ہے
تصرف کیا بیاں کیجے میاں اس دام سنگھڑ کا

جو ان ملکوں میں قطب و غوث کہلاتے ہیں اے یارو
رکھے ہے فوقیت ان پر فقیرِ عام سنگھڑ کا

بلایا ہے تجھے اے نجم دین محبوب نے تیرے
چلو اب باندھ لو جلدی سے تم احرام سنگھڑ کا

غَزَلْ

تیری مست آنکھوں کا مارا ہوا　　پھروں ہوں میں ملکوں میں خوار ہوا
نہ ہے صبر دل کو نہ تن کو قرار　　پھروں ہوں گریبان پھاڑا ہوا
ملا دیر ہی ہے نہ راہِ حرم　　یہ کیا نحس طالع ہمارا ہوا
نہ مومن بنا اور نہ کافر ہوا　　برہ کی اگن کا ہوں مارا ہوا

غم و اندوہ میں عمر ساری گئی
نجم درد دِل کا نہ چارا ہوا

غزل

اے میاں عشق کا بازار ہے کوچہ تیرا　　رات دن نشہ میں سرشار ہے کوچہ تیرا
تیغ ابرو کی تیری جب سے لگی ہے چلنے　　قاف سے قاف تک اظہار ہے کوچہ تیرا
تیر مژگاں سے تیرے جو کہ ہوا ہے گھائل　　رات دن اس کا تو دربار ہے کوچہ تیرا
راہِ تسلیم کی بسمل جو ہوا چاہتے ہیں　　خاص اُن کے لئے تلوار ہے کوچہ تیرا
باغِ جنت سے ہمیں ہے نہیں ہرگز مطلب　　عاشق زار کو گلزار ہے کوچہ تیرا

قاصدا! بہر خدا یار سے اتنا کہیو
نجم بے تاب کو درکار ہے کوچہ تیرا

غزل

نظروں میں نہیں آتا ہے دلدار ہمارا
دیکھا ہے تو بتلا دو ستم گار ہمارا

اس زلف معنبر کا پڑا جب سے ہے شہرہ
دل ہو گیا تہ پیچوں میں گرفتار ہمارا

ان مست نگاہوں نے تیری اے بت رعنا
تن کر دیا یکبارگی بیمار ہمارا

غزل

ہو رہا ہے مضطرب طالب تیرے دیدار کا
کون پوچھے ہے ترے بن حال اس بیمار کا

ہم سے تو لاکھوں تڑپتے ہیں ترے در پر پڑے
دو جہاں میں ہے نہیں کوئی کہیں تجھ سا رکا

رات دن لوٹے ہے کانٹو پر پڑا از درد ہجر
نیم جاں گھائل کوئی اس ابروئے خمدار کا

سیر بھی بھاتی نہیں تیرے سوائے گلبدن
میں تو قیدی ہوں تیرے اس کاکل بلدار کا

چشم کے غمزہ نے تیرے نجم کو زخمی کیا
ہو رہا ہے شور تیرے دیدۂ خونخوار کا

غزل

چاہے جس بھیس میں آ میں تجھے پہچان لیا چاہے جو شکل بنا میں تجھے اب جان لیا
چھپتے چھپتے ہو نہیں یار تم ان بھیسوں میں جانتا ہوں جو میں حال پریشان لیا
گرچہ ہر آن میں کرتا ہے تو لاکھوں ہی لباس پر میرے قتل کو یہ خلعتِ انسان لیا
ہو گیا ناز و ادائی پہ تیرے دل سے فدا جب ستی جلوہ بایں شان سلیمان لیا
آفریں باد نجم تجھکو کہ ملکوں میں سے
پھر کے اک عشوہ نما خوب صنم چھان لیا

غزل

جس پر اے دل تو فدا ہے مجھے معلوم ہوا وہ بھی کب تجھ سے جدا ہے مجھے معلوم ہوا
تو طرف کعبہ کے کس واسطے جاتا ہے بتا تو ہی خود خانہ خدا ہے مجھے معلوم ہوا
ان کو اوروں میں یا جو دیکھے ہے سو تو آپ میں دیکھ ہائے تو تجھ سے جدا ہے مجھے معلوم ہوا
نحن اقرب کہا فی انفسکم بھی اس نے پھر تو خود راہ خدا ہے مجھے معلوم ہوا
نجم جو درد سے کرتا ہے فغاں نے کیطرح
بول یہ کس کی صدا ہے مجھے معلوم ہوا

غزل

اس غنا نے تیرے خراب کیا　　دل جلا کر میرا کباب کیا
فرق ایک بال تھا وبالِ جاں　　اب یہ کس بات سے عجاب کیا
ہو نہ اس زندگی پہ تو مغرور　　نام اس زیست کا حباب کیا
رات دن ہم نے راہ میں تیرے　　جان کے دینے کا ثواب کیا
کیجئے نجم کو نہ دل سے دور
بندہ اپنا جو ہے جناب کیا

غزل

جل گیا دردِ جدائی سے دیوانہ تیرا　　اب تو آ جلد دکھا ناز و کرشمہ تیرا
روز شب سوز و گدازی میں کٹی ہے میری　　بے وفائی کا مگر ہے وہی نقشہ تیرا
سب سے بیگانہ کیا آپ نہ آیا اب تک　　روز محشر ہے میاں فیصلہ میرا تیرا
شوقِ دیدار میں تیرے میں پھرا ملکوں میں　　اب تو کہہ کون سے ہے دیس میں ڈیرا تیرا
نجم کو چھوڑ کے پردیس گیا ہے دلبر
کہیو قاصد کہ تیرے بن ہوا جیرا تیرا

غزل

دل سے یکبار بھلانا یہ مناسب تو نہ تھا
بھول یک بار ہی جانا یہ مناسب تو نہ تھا

اشک بھی خشک ہوئے آنکھوں سے روتے روتے
درد فرقت سے رولانا یہ مناسب تو نہ تھا

میں تو کچھ اور ہی اُمید رکھوں تھا تم سے
نارِ ہجراں میں جلانا یہ مناسب تو نہ تھا

تیری تصویر تو سینہ پہ ہوئی نقش نگیں
پھر بھی مکھڑے کو چھپانا یہ مناسب تو نہ تھا

اے صنم کس نے پڑھایا ہے تجھے حرفِ جفا
نقشِ اُلفت کو مٹانا یہ مناسب تو نہ تھا

میں تو ترسوں یوں تری دید کو اے ماہِ لقا
منہ رقیبوں کو دکھانا یہ مناسب تو نہ تھا

شوخ بے مہر و وفا ہے تجھے اے نجم مگر
اِس طرح دل کا لگانا یہ مناسب تو نہ تھا

غزل

نام اس پیارے کا ہے گا حرز میری جان کا
* ہے محافظ وہ ہی میرے خانۂ ایمان کا

طعنہ زنی مت کرو تم مجھ پہ واللہ زاہدو
مجھ کو تو اک ورد ہے بس نام سُلیمان کا

آیا ہوں میں در پہ تیرے طالب دیدار ہو
ہے معالج تو ہی میرے سینۂ بریان کا

میں تڑپتا ہوں جدائی میں مری لیجے خبر
اب نہیں مجھکو تحمل کثرتِ ارمان کا

لوگ تو جاتے ہیں زیارت کیلئے کعبہ شریف
راستہ ہے نجم تو بھی سنگھڑ و ملتان کا

غزل

دوئی کا جو دل تجھ کو وہم ہے گا — سراسر غلط تیرا فہم ہے گا
جو تو آپ اپنے سے غافل ہے ناداں — عجب سنگ دل اور بے رحم ہے گا
میں ہوں نہ تو ہے نہ ہے اور کوئی — وہ ہی ہے وہ ہی جس کا بس رحم ہے گا
بڑا ہے گا اسرار اس تن میں تیرے — تو سمجھے ہے یہ چرم اور لحم ہے گا

ہر اک شئی میں ہے صورت جلوہ جاناں
نہ میں ہوں نہ تو ہے نہ یہ نجم ہے گا

غزل

براہ شفقت پیارے دلبر دکھا دو مجھ کو جمال اپنا
کہ مجھ سے عاجز نے تم سے آ کر کیا ہے ظاہر سوال اپنا

غم جدائی سے دل ہمارا رہے ہے نالاں روز تا شب
یہ جینا ہم کو ہوا ہے مشکل مگر دکھاؤ کمال اپنا

ابر آتش ہجر سے ہوا ہے دل اپنا جل جل کباب جیسا
بڑا ہی تم کو ثواب ہوگا جو آ کے چھڑکو زلال اپنا

نہ صبر دل کو نہ چین تن کو نہ بخت ایسا کہ یار آوے
نہ محرم دل ہے کوئی ایسا کہ جس سے بولوں یہ حال اپنا

مراد اپنی کو گر تو چاہے تو رکھ قدم کو سنبھل سنبھل کر
وہ کام مت کر تو ہرگز اے دل کہ جس میں دیکھے زوال اپنا

وصال جانان بسا گراں ہے نہیں ہو حاصل کسی کو آساں
مگر اسی کو میسر آوے جو خون کر دے حلال اپنا

یہ بسم عاجز نے دل سے چاہا کہ تم جدائی سے ہو رہائی
مگر تو دل سے تو نے ظالم نہ پھیرا ہرگز خیال اپنا

مستزاد

خنجرِ عشق سے تیرے میں دل افگار ہوا
جب سے دوچار ہوا

دشت ادبار میں مجنوں کی طرح خوار ہوا
جو تیرا یار ہوا

جب سے اس دل میں ہمارے لگی ہے تیری لگن
لیا ملکوں کا پھرن

ہجر میں تیرے صنم میں تو بہت عار ہوا
سخت لاچار ہوا

نہ تو میں حوروں کو چاہتا ہوں نہ غلماں قصور
اے میرے چیشموں کے نور

میں تو اے دوست تیرا طالب دیدار ہوا
سب سے بیزار ہوا

چشم باطن ہے کہاں مجھ کو میرے ماہِ لقا
تجھ کو دیکھوں جو ذرا

گرچہ جلوہ تیرا ہر کوچہ و بازار ہوا
خوب اظہار ہوا

ہوش کر نجم نہ کہہ راز کو منصور کے طور
تجھے کہتا ہوں میں اور

سرِ مخفی جو ذرا اس سیتی اظہار ہوا
بر سرِ دار ہوا

بَابُ البا

غزل

گرچہ خورشید کے مکھڑے پہ ہے کرنوں کا نقاب ‏ ‏ ‏ ‏ نور اس کا ہی ہوا ہے تیری آنکھوں پہ حجاب
جبکہ بے پردہ ہوا دیکھنا مشکل اس کا ‏ ‏ ‏ ‏ ابر کا ڈال لیا چہرہ پہ اپنے یہ نقاب
ہستیٔ کثرتِ موہوم کو اس طور سے جان ‏ ‏ ‏ ‏ جیسے دریا میں اٹھا کرتی ہیں امواج حباب
نسبت واجب و ممکن کو بھی اس طرح سمجھ ‏ ‏ ‏ ‏ جس طرح برف و نمک رکھتے ہیں نسبت آب

مجسم کے کہنے کا دل میں نہیں آوے جو یقیں
جا کے اب دیکھ لے تو مولوی جامی کی کتاب

غزل

صنم یک بار آجاوے تو کیا خوب ‏ ‏ مجھے دیدار دکھلاوے تو کیا خوب
اگرچہ تو ہی ہے جو کچھ ہے لیکن ‏ ‏ مری ہستی تو بھلواوے تو کیا خوب
تو ہے دریا، حباب اس کا ہی ہوں میں ‏ ‏ مجھے گر محو کروا دے تو کیا خوب
میں ہوں قطرہ تیرا اے بحر وحدت ‏ ‏ مجھے اپنے میں ملوا دے تو کیا خوب

تیری ہستی کا غلبہ نجم پہ رہے
کرم سے اپنے دلوا دے تو کیا خوب

غزل

اے جان من تو مکھ سے ٹک دور کر نقاب ‏ ‏ رہتا ہے ساتھ میرے پھر مجھ سے کیوں حجاب
تجھ ہجر سے ہوا ہے دل جل کے مثل سرمہ ‏ ‏ نینوں کا اپنے کاجل کر تو اسے شتاب
دیکھا ہے جس نے جلوہ تجھ حسن کا پیارے ‏ ‏ اس کی نظر میں ذرہ ہے مہتاب و آفتاب
اس حسن کی ہے واجب دینا زکوٰۃ تم کو ‏ ‏ مجھ بے نوا گدا کو دیجئے اے ذی نصاب

فرقت میں تیرے جاناں اس نجم مضطر کے
رہتے ہیں اشک جاری دن رات بےحساب

بَابُ التّاء

غزل

سچ تو کہہ یار تجھے کس نے سکھائی یہ گھات
لے گیا دل کو میرے چھین سُنا کر اک بات

منہ دکھاتے ہی مجھے کر دیا بے خود تو نے
اب کرے ہے میاں کس واسطے نخرہ بیہات

اگے ایسا تو سمایا ہے میرے چشموں میں
نہیں دکھتا ہے مجھے کوئی سوا تیری ذات

صبر کو دل سے میرے ایسا اٹھایا تو نے
اشک جاری ہیں میری آنکھوں سے مثل برسات

قاصدا بہر خدا یار سے اتنا کہیو
مجھ کو بن تیرے آرام نہیں ہے دن رات

غزل

کہوں کس سے تیرے غم کی حکایت　　کروں کیا رو۔ برو کس کے شکایت
جدائی سے تیرے جل کے ہوا راکھ　　مجھے اس ہجر کا دکھ ہے نہایت
ستانا دل کا مطلق کافری ہے　　ستم کی کس سے تو سیکھا روایت
نہیں درکار ہے آنا کسی کا　　تیرا آنا ہمیں بس ہے کفایت
تیرے دیدار کا ہے منتظر نجم
تو آ مل اے صنم کر کے عنایت

غزل

خدا نے نور ذاتی سے بنائی ہے تیری صورت　　جو اس نے والضحیٰ اندر سرائی ہے تیری صورت
کری والشمس میں تعریف جس نے تیرے چہرے کی　　خود اس نے دستِ قدرت سے بنائی ہے تیری صورت
تیرے دیدار کے بھوکے ہزاروں مر گئے عاشق　　گئے اس آرزو میں پر نہ پائی ہے تیری صورت
تڑپتا تھا جدائی سے تمہارے یارسول اللہ　　کہ مشکل سے نظر مجھ کو پھر آئی ہے تیری صورت
کہاں میں اور کہاں یہ رتبۂ دیدار اے حضرت　　کہ تیرے لطف ہی سے میں نے پائی ہے تیری صورت
بڑی بندہ نوازی کی ہے نجم الدین عاصی پر
کہ مدت بعد پھر مجھکو دکھائی ہے تیری صورت

غزل

میرے گھر یار آیا بعد مدّت — گلے مجھکو لگایا بعد مدّت

تڑپتا تھا غمِ ہجراں سے جس کے — جمال اس نے دکھایا بعد مدّت

رُخِ پرنور اپنے سے صنم نے — نقاب اپنا اٹھایا بعد مدّت

مبارک ہو دلا ساقی نے مجھکو — مئے وحدت پلایا بعد مدّت

مُرا اُن کی جدائی سے پڑا تھا — مجھے پھر کیوں جلایا بعد مدّت

شفیع دو جہاں سردار کونین — خدا نے وہ ملایا بعد مدّت

مرا روٹھا صنم مجھ سے عزیزو — خدا نے پھر ملایا بعد مدّت

خدا مشتاق تھا جس کے سخن کا — سخن اس نے سنایا بعد مدّت

کہا اے نجم تو بھی ہے محمّدی
خطاب ایسا دلایا بعد مدّت

غزل

دل جلانے کی تمہیں کس نے سکھائی عادت — دور از مہر و وفا ہم نے یہ پائی عادت

وہ جو الطاف و کرم رکھتے تھے اس بندہ پر — اب بھی لازم ہے کہ صاحب کھو وائی عادت

کبھی ہنستے ہو کبھی چین بجبیں ہوتے ہو — آفریں یاد تمہیں خوب سوہائی عادت

منہ دکھاتے ہو کبھی اور چھپاتے ہو کبھی — یار تم بہر خدا چھوڑ دو وائی عادت

آج ہم ہیں یہاں فجر اٹھ کے کہیں جائینگے — عاشقِ زار تمہارے نے یہ پائی عادت

تم رہے ہم پہ خفا ہم رہے تم پہ قربان — ہم نے مدت سے یہی اپنی نبھائی عادت

نجم اس بات کا افسوس نہ کر تو ہر گز
حق نے خوبوں کی اس طرح بنائی عادت

غزل

تمہارے قدموں میں آپڑا ہوں زہے سعادت زہے سعادت
جھکا دیا سر تمہارے در پر زہے عبادت زہے عبادت

کوئی تو جاتا ہے سوئے کعبہ کوئی مدینہ کو جارہا ہے
ہمارا کعبہ ہے ملک نگر زہے زیارت زہے زیارت

ہوا ہے زخمی جگر جنھوں کا تمہاری مژگاں پیارے جانا
وہ بے شبہ ہے شہید اکبر زہے شہادت زہے شہادت

نہ کچھ ریاضت نہ بندگی ہے نہ کچھ عبادت نہ زہد و تقویٰ
ہے نام تیرا ہی ورد میرا زہے ریاضت زہے ریاضت

مریض تیرا بغیر دیکھے تمہارے اچھا نہ ہووے ہرگز
کرم سے دیکھو تو زندگی ہو زہے عیادت زہے عیادت

جو پیر اپنے کا ہوئے عاشق وہ حال میرے کو جانتا ہے
کہے وہ مکھ سے اے نجم تیری زہے ارادت زہے ارادت

غزل

واجب ہی یہ بن آیا ہے امکاں کی صورت ہے وہی جو دکھتا ہے انسان کی صورت
وہ ذات بحت رتبۂ تنزیہ ہے جس کا واللہ وہی آیا ہے ہر شان کی صورت
گیتا میں اور بھاگوت میں کچھ اور نہیں ہے ہے وہ ہی جو دکھتا ہے قرآن کی صورت
مسجد ہے وہی کعبہ ہے اور دیر وہی ہے اسلام وہی ہے وہی کفران کی صورت
کافر میں کسی اور کا یہ جلوہ نہیں ہے ہے وہ ہی جو دکھتا ہے انسان کی صورت
نہمید ہی مشکل ہے اگر کوئی نہ سمجھے بس جانیے اسکو یہ ہے حیوان کی صورت
جب شکل محمدؐ کو بنا آپ وہ آیا ہادی بنا دکھلا بھی دی ایمان کی صورت
آدم ہوا جب سجدہ ملائک سے کرایا انکار کیا وہ ہوا شیطان کی صورت
جب چاہا کہ ظاہر ہووے خود شکل دگر سے نمرود کی فرعون کی ہامان کی صورت
منصور میں بولا نہ کوئی اور انا الحق تھا وہ ہی جو منکر ہوا نادان کی صورت
بولا تھا وہی شجرۂ موسیٰ میں انا اللہ اس وادی ایمن میں درختان کی صورت

بے خود کیا اس مجسم کو کس طرح رلاتے
جس وقت کہ بن آیا سلیمان کی صورت

بابِ الثّالث

منقبت

مدد کا وقت ہے امداد اے غوثؓ
کہ جاتی عمر ہے فریاد اے غوثؓ

نہ خواہش ہے مجھے دنیا و دین کی
کرو دارین سے آزاد اے غوثؓ

یہ اجڑا دل تجلیات حق سے
کرو اب تو ذرا آباد اے غوثؓ

کہاں جاؤں گدا ہوں تیرے در کا
تو کر مجھ کو بھی اب تو شاد اے غوثؓ

حوادث سے زمانہ کے ہوں حیراں
نہایت تنگ دل ناشاد اے غوثؓ

غیاث المستغثین یک نظر سے
اکھاڑ اس نفس کی بنیاد اے غوثؓ

تو ہی محبوب حق اور قطب اقطابؒ
حبیب اللہ فرد افراد اے غوثؓ

قطع کر دل سے میرے سب تعلق
برائے وصل کر امداد اے غوثؓ

سلیمانؒ نجم کو جلدی سنبھالو
کہ رکھتا ہے تمہاری یاد اے غوثؓ

بابُ الجیم فارسی

غزل

مرغِ دل کیوں نہ گرفتار ہو اس دام کے بیچ
لذت آتی ہے بڑی لینے سے اس نام کے بیچ

ذوقِ رنج والمِ عشق ہو پایا جس نے
کب مزہ آتا ہے اس کو کسی اکرام کے بیچ

خوابِ خرگوش میں غافل دلِ ناداں کیوں
کس لئے آیا تھا اور تو پڑا کس کام کے بیچ

عشق یہ ہے کہ تو بس سر کو جھکا کر بہ ادب
رو بہ رو دوست کے تو بیٹھ سحر شام کے بیچ

حاصلِ زیست دو روزہ تو یہی ہے بجسا
کرفنا آپ کو اس صورت گلفام کے بیچ

غزل

سالہا ہم بھی ہوئے ہیں خوار میخانے کے بیچ
آپڑے قسمت سے ہم اب زاغم خانے کے بیچ

شوق سے رہتے تھے ہم دو چار ساقی سے مدام
روز و شب تھا بس یہی تکرار پیمانے کے بیچ

جو کہ سنتے تھے قوالِ عشق سے شیریں کلام
یار کی ہم کو ندا آتی تھی ہر گانے کے بیچ

گر سنا دے ہم کو وہ اک بار پھر مرلی کی دھن
شور میرے درد کا ہو جاوے ہر خانے کے بیچ

رات دن رہتے تھے مسجد میں مصلے کو بچھا
اب ہیں مجنوں کی طرح ہم خوار ویرانے کے بیچ

وہ صلاح و پارسائی ہم سے سب جاتی رہی
ہر گھڑی کرتے ہیں سجدہ بت کو بتخانے کے بیچ

گر نہ اس درد کو مرے طبیب حاذقی
ہاتھ کو مارے گا سر پر رو کے طبخانے کے بیچ

تو بھی کچھ سمجھے ہے مستوں کا سخن اے مدعی
یار آ بولا ہے بالکل مجسم دیوانے کے بیچ

غزل

آج تھا شور بلبلوں کے بیچ — مست مد ہوش تھیں گلوں کے بیچ
دل نے خواہش کری کہ چل جلدی — تو بھی حضرت کی محفلوں کے بیچ
چرخ بیدادمت پھر اب تو — تھک رہے ہم توان دلوں کے بیچ
آہ قسمت میں کیا لکھا میرے — مر رہوں گا میں جنگلوں کے بیچ
چشم گریاں میں اشک ہے ایسا — آب جاری ہو جوں نلوں کے بیچ
عیش کا کچھ گذر نہیں اُس جا — زخم کاری ہو جن دلوں کے بیچ
تن میرا جل کے ہوگیا کالا — جوں ہو مردہ کوئی سلوں کے بیچ
فالِ مصحف کو دیکھ اے مُلّا — کب ملوں گا میں مقبلوں کے بیچ

آج ہاتف نے یہ بشارت دی
نجم داخل ہے بیدلوں کے بیچ

غزل

دیکھو ہریالا بنا بیٹھا ہے کس آن کے بیچ — مسند و تکیہ لگا کے عجب ایک شان کے بیچ
چاند سی تیری بنی تجھکو مبارک ہووے — اللہ صاحب رکھے اس کو تیری زمان کے بیچ
سرو قد رشکِ قمر زہرہ جبیں ماہِ پیکر — ایسی دیکھی نہیں خوش رو کوئی انسان کے بیچ
دوست دیتے ہیں تجھے آکے مبارک بادی — آج بیٹھے ہیں تیرے دشمناں ارمان کے بیچ
دوست ہوتے ہیں خوش دیکھ کے دلہن تیری — غم پڑا آج بڑا دشمنِ شیطاں کے بیچ

یہ تو دنیا کے مزے ہیں سوا ڑالو صاحب
دل رکھو اپنا نجم خواجہ سلیمان کے بیچ

غزل

دل کو ہے میرے بیقراری آج — چشم کرتی ہے اشک باری آج
آہ و نالہ کرے ہے کیوں اے دل — کس کی ہے تجھ کو انتظاری آج
یار آوے تو کیا مزہ ہووے — سب چلی جاوے اضطراری آج
دیکھ لیں پھر شہ سلیمان کو — ایسی قسمت کہاں ہماری آج

خواب میں ہی بھلا تم آجاؤ
نجم کو یاد ہے تمہاری آج

غزل

ایک پری رو کو ہم دیکھ کے آئے ہیں آج — اور نیا غم جان کو اپنی لگا لائے ہیں آج
سینۂ بریاں پہ اس نے کھینچ کے مارا جو تیر — زخم جتنے تھے پرانے پھر ابھر آئے ہیں آج
بیچ میں بیٹھے ہیں دیکھو کھینچ کر ابرو کی تیغ — اور کئی قیدی بنا کر پاس بٹھلائے ہیں آج

دیکھ کر اس حسن روئے یار کو اے نجم الدین
اللہ اللہ ہوش والے ہوش کھوائے ہیں آج

باب الحا حطی

غزل

دوستو تم ہی یہاں تک اس کو لاؤ ہر طرح
ہے خفا مجھ سے ذرا تم ہی مناؤ ہر طرح

ڈال دو سرمہ کی جا آنکھوں میں میرے دوستو
خاک کو قدموں کی اس کے گرچہ پاؤ ہر طرح

دیر سے در پر پڑا ہوں منتظر دیدار کا
اے صنم بہر خدا جلوہ دکھاؤ ہر طرح

بیقراری ہو رہی ہے دل کو میرے جان من
یہ نقاب اب تو ذرا مکھ سے اٹھاؤ ہر طرح

آؤ اے محبوبِ جاں مل کر رہیں ہم تم جہاں
ان رقیبوں کے ذرا جی کو جلاؤ ہر طرح

ہو گئی مدت تیری باتیں سنے شیریں سخن
اے شکر لب پھر سے وہ باتیں سناؤ ہر طرح

ایک مدت سے ہمیں ہے آرزو دیدار کی
اب تو مجھکو گلبدن گل سے لگاؤ ہر طرح

وقتِ تسبیح و مصلا و زہد سب جاتا رہا
ساقیا جامِ مئے وحدت پلاؤ ہر طرح

مست ہو جاؤں شرابِ وصل کو پی کر تیرے
یہ غمِ دوران میرے دل سے بھلاؤ ہر طرح

اے سلیمان نجم کو ہے بیقراری آپ بن
خواب میں ہی تم بھلا یک بار آؤ ہر طرح

باب الخامس

غزل

سنبھالو مجھکو بھی اب تو تم اے شیخ
اُٹھا دو دل ستی میرے غم اے شیخ

غم دوران سے دل گبھرا رہا ہے
تسلّی دو کرو غم کو کم اے شیخ

فنا کی مے کا جام ایسا پلا دے
رہوں میں عشق میں تیرے گم اے شیخ

یہاں تک عشق میں ہے حال میرا
رہے ہیں اشک سے آنکھیں نم اے شیخ

تمہارے ہیں تمہارے ہیں تمہارے
کہاں در چھوڑ کر جاویں ہم اے شیخ

یہ نجم الدین عاصی تیرا شیدا
بھرے ہے رات دن تیرا دم اے شیخ

باب الدال

غزل

آئے نہ رخ اپنا دکھایا ہمیں ہر چند — اے دوست تری ضد نے رلایا ہمیں ہر چند

اب آکے کرو دل مرا خورسند خدارا — دیدے کے دلاسے تو بھلایا ہمیں ہر چند

ٹک وصل کے پانی سے بجھا آتش سینہ — بس آگ میں فرقت کی جلایا ہمیں ہر چند

دے مشرب مستوں میں گذر اب تو خدایا — اس خرقہ ریائی کو پہنایا ہمیں ہر چند

کچھ رحم کرو اب تو ذرا انجم پہ صاحب

یہ خون جگر تم نے پلایا ہمیں ہر چند

بابُ الذال

غزل

مجھ کو لگتا ہے اس کا نام لذیذ — دل کو بھاتا ہے وہ کلام لذیذ
ایک چہرہ ہی اس کا کیا پر لطف — سر سے پا تک ہے وہ تمام لذیذ
اس کے باعث سے ہوتے ہیں معلوم — ملک سنگھڑ کے خاص و عام لذیذ
دل فدا کیوں نہ ہو سُلیمان پر — جس کی نسبت سے نام نام لذیذ
آہ وہ بنگلہ اور نشست اس کی — آہ وہ بزم ازدحام لذیذ
آہ وہ بادہ و صراحی و جام — آہ وہ رند خوش خرام لذیذ
آرزو ہے کہ پھر سے جا چوموں — اس کے قدموں کو کر سلام لذیذ
ہجر میں اس کے بیقراری ہے — نہ تو پانی ہے نے طعام لذیذ
دیر سے منتظر ہوں اے ساقی — بھر کے دے اب تو مجھکو جام لذیذ

وصل سے اپنے تو نہ کر محروم
نجم بھی ہے تیرا غلام لذیذ

باب الرّابع

شجرہ شریف

کیا ہے غم جن کے شفیع ہوں مصطفےٰ بو بکرؓ ۔ اور سلیمان فارسی قاسم محمّد کے پسر

وہ امام جعفر و صادق کہ ہوں جنکے شفیع ۔ بایزید اور بو الحسن خرقانی بھی ہادی ہوں پھر

اور بو القاسم ہوں گرکانی علی فرمدے ۔ خواجہ یوسف ہمدانی لیں ید جن کا پکڑ

عبد خالق غجدوانی خواجہ عارف ریوگری ۔ فغنوی محمود اور خواجہ علی ہوں راہبر

بابا سماسی کلاں اور وہ بہاء الدین ولی ۔ خواجہ یعقوب چرخی اور عبید اللہ احرار

ہوں محمّد قاضی خواجہ خواجگی جس کے امام ۔ اور محمّد ہیں کلاں اور دہبیدی افضل بشر

خواجہ ہاشم اور محمّد سنگی میر محترم ۔ شہ کلیم اللہ نظام الدین مولانا فخر

تیرے ہیں نور محمّد شاہ سلیماں رہنما

شکر کر ہر دم خدا کا مجھے دیں کچھ غم نہ کر

مَنقبت

ہے آپ ہی سے میری فریاد یا عمرؓ
اب تو مجھے بھی کیجئے دل شاد یا عمرؓ

گر آپ سے کہوں نہیں یہ غم کہوں کسے
تم ہو نبیؐ کے صاحب سجّاد یا عمرؓ

تو وہ کہ تیرے سایہ سے شیطان ہو فرار
ظالم کبھی نہ کر سکے بیداد یا عمرؓ

تو وہ کہ حق کرے گا تجھے آپ سے سلام
روزِ قیام تو ہی ہے اُوتاد یا عمرؓ

ہوتا نبیؐ کے بعد اگر کوئی بھی رسولؐ
تو ہوتا اُس کی ملتی ہے اسناد یا عمرؓ

نفس و ہوا و حرص نے مجھکو ستا لیا
شیطان کی میں کرتا ہوں فریاد یا عمرؓ

ان ظالموں کے ہاتھ سے مجھکو چھوڑائیو
مشہور ہے جہاں میں تیری داد یا عمرؓ

اب تو مجھے بھی ڈال دو راہِ ہدیٰ کے بیچ
میں کر چکا ہوں عمر کو برباد یا عمرؓ

خواہش ہے مجھکو ہوئے خدا کی رضا نصیب
ہو جاؤں دو جہان سے میں آزاد یا عمرؓ

رکھیو نگہ میں اس کو نہ ہو جائے یہ تباہ
آتا ہے ساتھ کشتۂ بیداد یا عمرؓ

صدہا خراب خانوں کو آباد کر دئے
کر دیجئے میرا خانہ بھی آباد یا عمرؓ

افسوس ہے کہ کس لئے اب تک ہوں میں ملول
آخر ہوں میں بھی آپ کی اولاد یا عمرؓ

یہ عرض ہے کہ میں تیری داسی میں آگیا
کونین میں رہوں نہ میں ناشاد یا عمرؓ

غزل

خود قدسیاں گھسیں ہیں جبیں جس کے باب پر تعداد آدمی کی کب آوے حساب پر

یہ وہ جناب ہے کہ سبھی خواجگان کی نعمت تمام ہوگئی اس ہی جناب پر

ہم کیوں نہیں طواف کریں اس کی قبر کا کعبہ چلا کے آیا تھا خود اس کے باب پر

ہے تم سے التجا یہی دہلی کے اے چراغ توفیق خوب ہو بے مجھے کارِ ثواب پر

جو مست ہوگیا ہے تیری چشمِ مست کا سو طعنے مارتا ہے خمارِ شراب پر

اوصاف ان کے کب ہوویں مجھ سے رقم بھلا طاقت نہیں قلم کی جو لکھے کتاب پر

اس نجمِ دیس کو بخش دو یک ذرہ دردِ عشق
یہ مبتلا ہوا ہے بہت خور و خواب پر

غزل

دیکھا ہے ہر طرح سے جو ہم نے قیاس کر — ممکن کی بو وجود کے آئی نہ پاس کر
جو کچھ کہ ہے وجود ہے واجب وجود کا — عارف وہ ہی جو بیٹھا ہے اپنی شناس کر
مظہر تو اور بھی ہیں بہت ذات کے ولے — بیٹھا ہوں اپنے یار کی صورت کی آس کر
ظلمت میں کچھ نظر نہیں آتا ہے روئے یار — اے آفتابِ عشق ذرا تو آجا اس کر
پردہ اُٹھا کے سامنے آمیرے اے صنم — بیٹھا ہوں عشق میں تیرے میں اپنا ناس کر

دیکھا ہے نجم نے جو سُلیمان میں ظہور
ویسا نظر نہ آیا میں دیکھا قیاس کر

غزل

تیرے رُخ پر نور کو زاہد جو دیکھے آن کر — اپنا تسبیح و مصلےٰ رکھ دے دے قربان کر
سیر گلشن کی نہیں ہے مجھکو فرصت ایک دم — پیچ میں زلفوں کے تیرے پھنس گیا جب آن کر
صفحۂ رخسار کا جب سے مطالعہ کر لیا — کنز، قدوری قافیہ سب کچھ رکھے جزدان کر
ہر طرف سے خوبرو ہوں جانفشانی کو تیار — اپنا گھونگھٹ کھول کر بیٹھے ہے جب تو شان کر

سرخودی اس نجم کی اس دن سے سب جاتی رہی
عشق کا جب سے گلے میں طوق پہنا جان کر

غزل

کہیو قاصد میرے دلبر سے تو رہتا ہے جدھر
میرا کعبہ ہے وہ ہی میرا مدینہ ہے اُدھر

منہ نہ پھیروں تیرے کوچہ سے مجھے تیری قسم
کیونکہ ہے راہ محبت میں بڑا ہی کفر

ہو گیا میں تو تیری زلف کا پابند و اسیر
چھوڑ کر کوچہ کو تیرے تو بتا جاؤں کدھر

ہو چکا ہوں میں تیرے در کا غلامانِ غلام
گرچہ تو دل میں میری کچھ بھی نہ رکھتا ہو قدر

میں تو مفلس ہوں کہو چاہتے ہو کیا مجھ سے تم
کر دیا دین اور ایمان تو پہلے ہی نذر

جان باقی ہے میری لیجیئے گر خواہش ہے
یہ تو ایک جان ہے سو جان بھی قربان تجھ پر

دل تو تجھ پاس ہی رہتا ہے اگر تن ہے جدا
کیا کروں میں ہوا لاچار میرے رشک قمر

قرب باطن کو نہیں مانع ہے دوری ظاہر
آپ بن اور کا ہرگز نہیں ہے دل میں گذر

دوستو کیا کروں اس دردِ جدائی کا علاج
دل میں آتا ہے کہ میں کھا کے مروں تیغ و تبر

غم نہ کر کچھ بھی نجسم تو، تو سُلیمانی ہے
ہے مدد کو تیرے وہ جو کہ ہے از نورِ و فخرؒ

بابُ الزّاء

غزل

افسوس دلربا نے بلایا نہیں ہنوز — اپنا جمال مجھکو دکھایا نہیں ہنوز
تسکین کس طرح ہو دلِ بیقرار کو — مکھ کا نقاب اس نے اٹھایا نہیں ہنوز
ظالم رقیب پاس ہی بیٹھا ہے ابتلک — اس کے جگر کو اس نے جلایا نہیں ہنوز
آزادِ عشقِ یار سے یارب نہ کر مجھے — اس کا غلام جگ میں کہلایا نہیں ہنوز

اے نجم کس طرح تجھے حاصل ہو وصلِ یار
اس دلربا کو تو نے رجھایا نہیں ہنوز

غزل

محفلِ عشاق میں بیٹھے ہیں ہم بھی چندروز — ان کی صحبت کا اثر ہے میرے دل کا دردوسوز
بزم آرا جبکہ ہوتے تھے وہ پی پی کر شراب — دیکھتے آنکھوں سے ان کی مست ہوں میں تاہنوز
زخم ہے یہ تیغ ابرو کا نہو اچھا کبھی — زخم سینے کا نہ ہرگز فکر کر اے زخم دوز

دردِ دل بن کب وصالِ یار ہو حاصل نجم
گرچہ طاعت میں کھڑا ہے کوئی شب تا بروز

باب السین

غزل

ہم تو تیرے عشق میں مدت سے غم کھاتے ہیں بس — آشنا دو دن کے بہر وصل لے جاتے ہیں بس
کچھ نہیں تسکین کا ساماں دلاسا بھی نہیں — سنگ دل ہم بھی تو تیرے در کے کہلاتے ہیں بس
آرزوئے وصل رکھتے ہیں ولیکن اب تو ہم — نام لے لے کے تمہارا دل کو بہلاتے ہیں بس
اے سُلیمان مورِ مسکیں کی کرو دعوت قبول — ماحضر جو گھر میں ہے وہ، ہم بھی پکواتے ہیں بس

کیوں فراق یار سے گھبرا رہا ہے نجم دیس
یار سے ملنے کو سنگھر کی طرف جاتے ہیں بس

غزل

خوب رویوں نے دل لیا ہے کھوس — اب وہ پھرتے ہیں ہم سے سو سو کوس
تند خویوں سے الاماں یارب — کس نظر بد کا ہے گا ان کو دوس
نام دیدار کا جو لیتا ہوں — منہ کو پھیر ہیں ہم سے کہہ کے روس
واسطے تیرے ہم نے اے جاناں — کھو دے اپنے ننگ اور ناموس
آؤ اب تو گلے لگو میرے — دل فگاروں کو مت کرو مایوس
مجھ سے اب کیوں ہوا ہے بے پردہ — دل تو پہلے ہی دے چکا افسوس

یار جانی سے جا کوئی کہیو
نجم کو کرنے دے تیرا پاپوس

باب الشین

غزل

اٹھا دے رخ سے اپنے گر تو رو پوش — سبھی ہو جاویں تجھکو دیکھ بے ہوش
پلا دے جس کو تو اس مے کا ایک جام — رہے وہ حشر تک سرشار و مدہوش
صبا اس بت سے جاکے اتنا کہدے — کہ تیرے عشق میں ہوں خانہ بر دوش
جو طالب ہے تمہارے دیکھنے کا — طلب دار ین پر مارے ہے پاپوش
دلا کب تک رہے اپنے سے محجوب — اٹھا دے دل سے اپنے خواب خرگوش
پکارے رب ارنی تو کہاں تک — انا الحق کا تو مار اس دل ستی جوش
نہیں موسیٰ سنوں جو لن ترانی — محمدی ہوں میں خاموش خاموش
جو بادۂ احمدی سے مست ہوئے — کرے وہ سر سبحانی کی مے نوش
الٰہی مجھکو وہ خواجہ ملا دے — کہ مدت سے ہوں جس کا حلقہ در گوش

یہی ہے وصل حق اس نجم دیں کو
سلیماں سے میں ہو جاؤں ہم آغوش

باب الصاد

غزل

تم کو دل دے بھی چکا گرچہ تمہارا مخلص — تم نے اتنا نہ کہا ہے یہ ہمارا مخلص
جب تلک ہو نہ کشش یار کی کچھ سود نہیں — لاکھ کرتا رہے کوشش یہ بچارا مخلص
چھوڑ دے سخت دلی اب تو خدارا جاناں — جاں بلب ہو چکا ہے خاص تمہارا مخلص
تیری لبیک کی آواز نہ آئی اب تک — گرچہ لے لے کے تیرا نام پکارا مخلص
بے عنایت کے اے خواجہ سلیماں مرشد — آپ ہی سوچیں کرے کیسے گذارا مخلص

نجم ہے آپ کا اور آپ کو شرم اس کی
آپ کے نام کا رکھتا ہے سہارا مخلص

بَابُ الضاد

غزل

یہ تمہارے واسطے ہی بیقراری ہے محض
اور جدائی سے تمہارے گریہ زاری ہے محض

اٹھتی ہیں دل سے میرے امواج دریائے جنوں
تیری فرقت سے ہی مجھکو اشکباری ہے محض

سیر گلشن کی مجھے ہرگز نہیں بھاتی صنم
خار نظروں میں مرے یہ نو بہاری ہے محض

انتظاری میں تیری شب کو نہیں آتی ہے نیند
صبح تک مجھکو تو بس اختر شماری ہے محض

وصل سے ہر ایک کو کرتے ہو جاناں مستفید
پر تمہارے دل میں ایک ضد ہماری ہے محض

آ اگر مرہم لگانا ہو لگا اے سخت دل
عشق سے تیرے یہ دل پر زخم کاری ہے محض

وہ زمانہ مجنوں اور فرہاد کا جاتا رہا
عشق میں اک بت کے اب تو میری باری ہے محض

اٹھ گئی دل سے میرے دونوں جہاں کی آرزو
آرزو باقی میرے دل میں تمہاری ہے محض

قتل کیوں کرتے ہو مجھکو عشوہ و غمزہ سے تم
قتل کو میرے یہ ابرو کی کٹاری ہے محض

دم نکل جاوے تو بہتر ہے فراق یار سے
اے صنم مجھ کو تو تجھ بن زیست کھاری ہے محض

اپنے اپنے یار پہ عاشق فدا ہوتے ہیں بس
شہ سلیماں پر یہ ہم نے جان واری ہے محض

کیوں جلاتا ہے جگر تو ہجر میں اٹھ چل نجم
ملک سنگھڑ کی طرف واں فیض جاری ہے محض

بابُ الطاء

غزل

نہ آئے اب تلک اے دوست یاں تمہارے خط
اگرچہ سینکڑوں پہونچے وہاں ہمارے خط

گئی مزاج سے اب تک نہ بھیجنے کی خو
اگرچہ آگیا چہرہ پہ ہے تمہارے خط

ہمارے نام کا شاید کوئی نکل آئے
یہ کیسے خط ہیں ذرا قاصدا دکھارے خط

یہ اشتیاق دلی اس میں ہے لکھا میرا
مرے صنم کو ذرا جاکے تو پڑھارے خط

ہے حال نجم کا بلقیس کی طرح ہدہد
جناب خواجہ سُلیماں کا تو لا رے خط

غزل

سنا ہے میں نے کہ سنگھڑے سے کوئی لایا خط
ہزار شکر کہ اس بت کا آج آیا خط

بھری ہوئی مرے سینہ پہ آرزو صدہا
میرے صنم کا جو اس وقت میں پڑھایا خط

رقیب جل گیا سُن سُن کے اس عبارت کو
جو اُن کے لطف کے مضمون کا سنایا خط

دوچند نور ہوا دونوں چشم کا میرے
جو میں نے آنکھوں پہ اپنے وہ ہی لگایا خط

جگر بھی سرد ہوا ملکہ سبا کی طرح
نجم کے سینہ پے ہدہد نے جب لگایا خط

بابُ الظّاء

غزل

چھوڑ دے لعبِ خندگی کا حظ — دور کر دل سے گندگی کا حظ
خاک اس نفس کی شرارت پر — یہ سکھاتا ہے زندگی کا حظ
کچھ اٹھانا ہو تو اٹھا لے دل — اپنے خالق سے بندگی کا حظ
رات دن سر کو رکھ تو سجدہ میں — رب سے لے سرفگندگی کا حظ
یادِ حق کی دل سے خالص تو — دور کر یہ اچھندگی کا حظ
آپ کو جان اوروں سے بدتر — کب ملک یہ گھمنڈگی کا حظ

موت اے نجم سر پہ ہے تیرے
کیا ہے دو دن کی زندگی کا خط

غزل

جام ساقی سے جن اٹھایا حظ — اپنے جاناں کا اس نے پایا حظ
منہ سے عاشق کے بسل بل آیا — دل میں اس کے جو نا سمایا حظ
خوش دلی سے ہی وہ انا الحق تھا — دل پہ منصورؒ کے جو چھایا حظ
چھا گئی دل پہ یار کی تصویر — عشق نے بت کے یہ دکھایا حظ

دیکھئے صورتِ سلیمان سے
نجم خستہ نے خوب اٹھایا خط

غزل

ہے میرے دل میں اس کی ذات ملحوظ
رہے ہے ہر گھڑی دن رات ملحوظ

نہ تنہا دل میں: بل چشموں میں ہر دم
ہراک شئے سے وہ ہی ہے بات ملحوظ

نفی بھی شرک ہے بس پیش عارف
رکھیں ہیں عارفاں یک فی ات ملحوظ

قل اللّٰھمّ ہی ہم عاشقوں کا
وظیفہ ہے یہی رکھ بات ملحوظ

گمان و وہم سب دل سے اٹھا کر
کرو حق کو دریں میرائے ملحوظ

کوئی چاہے کہ مجھکو ہووے حاصل
رکھے معمور سے اوقات ملحوظ

طلب رکھ اس کی دل میں طالب ذات
نہ رکھ تو خواہش درجات ملحوظ

ہوالله اور انا الله ایک سمجھو
تجسم تو رکھ یہی ایک بات ملحوظ

باب العین

غزل

یار میرا گھر میں آوے جب ہوئے خاطر جمع
جب گلے سے وہ لگاوے جب ہوئے خاطر جمع

اُس کے دامن کو پکڑ لوں گر وہ آوے میرے پاس
مکھ سے اس کے قول پاوے جب ہوئے خاطر جمع

یہ خموشی تجھ کو لایق ہے نہیں شیریں دہاں
یک سخن مکھ سے سناوے جب ہوئے خاطر جمع

ان رقیبوں کا نہایت سخت تر ہے دکھ مجھے
دشمنوں کا دل دکھاوے جب ہوئے خاطر جمع

عاشقوں کے دل کو ہرگز ہو نہیں سکتا قرار
یاران کا دل ربھاوے جب ہوئے خاطر جمع

اس نجم کو ہو نہیں ہرگز تسلی اے صنم
دوستی آخر نبھاوے جب ہوئے خاطر جمع

باب الغین

غزل

زیب دیتا ہے تیرے چہرے پہ داغ — جس طرح گلشن میں آ بیٹھا ہو زاغ
رُخ تیرا چمکے ہے دو زلفوں کے بیچ — جوں شب دیجور میں روشن چراغ
مہر یا ماہ ہے اے گلبدن — یا کوئی جنّت کا ہے دنیا میں باغ
خال ہے چہرہ پہ تیرے یا ہے مشک — یا کسی عاشق کے ہے سینہ کا داغ

پیرہن کی بو سے تیرے اے صنم
نجم کا ہر دم معطر ہے دماغ

باب الفاء

غزل

میں چلا جاتا ہوں ساقی کی طرف — مت منع مجھکو تو کر اے ذی شرف
دے گا مجھکو وہ مے دیرینہ سال — رحم کر کے گرچہ ہوں میں کم ظرف
واعظا مت کر نصیحت دور ہو — مے کے پینے سے میں کب ہوں منحرف
چند دن کی زندگی ہے ہوش کر — سب عمر غفلت میں کر دی صرف

درد کا مجھکو سبق دے اے ادیب
نجم کو کافی ہیں بس یہ سہ حرف

بابُ القاف

منقبت

آپ کا ہوں غلام یاصدیقؓ — بوبکر پاک نام یاصدیقؓ
ثانیٔ اثنین غار کے تم ہو — آپ کا تھا یہ کام یاصدیقؓ
دل و جاں سے فدا تھے ان اوپر — جو ہیں خیر الانام یاصدیقؓ
بعد حضرت نبیٔ اکرم کے — تم ہو سب کے امام یاصدیقؓ
تیرے رتبہ کا ہو بیاں کس سے — تھک رہے خاص و عام یاصدیقؓ
ہے قرآں میں بھرا تمہارا وصف — کس سے ہوئے تمام یاصدیقؓ
نفس شیطاں کی راہ گردی سے — لو ذرا مجھکو تھام یاصدیقؓ
نزع اور گور میں مدد کیجیو — فکر ہے مجھکو تام یاصدیقؓ
حشر کے دن بچائیو مجھکو — غم ہے یہ صبح و شام یاصدیقؓ

نجم دیں آپ کا غلام تو ہے
پر نہ رکھیو گا خام یاصدیقؓ

غزل

کہا تھا میں تجھے اے دل نہ کر عشق
کہ آخر مانگ لیتا ہے یہ سر عشق

میرا ہی کہنا تجھ کو پیش آیا
کہ تجھکو کر دیا گھر سے بدر عشق

کیے خانہ بدوش اس نے ہزاروں
جو رکھتی تھی طلب دل میں تہِ عشق

رلائی عمر بھر اس نے زلیخا
چکھی لذت جو یوسف ساتھ کر عشق

ہوا جب مبتلا شیریں پہ فرہاد
تو سر اوپر رکھا اس کے تبر عشق

جو مجنوں کی لگی لیلیٰ سے آنکھیں
گئی آخر کو اس کی جان پر عشق

فغاں کرتا ہے ہر عاشق شب و روز
جو کرتا ہے انھیں زیر و زبر عشق

مجھے دیکھے ہے سو کہتا ہے فی الفور
نجمؔ میں بھی ہوا کچھ تو اثر عشق

بَابُ الکافُ

غزلُ

یار تجھ میں غرور ہے اب تک — یہی تجھ میں قصور ہے اب تک
مکھ دکھا گرچہ بین نقاب کیا — دل کو حاصل سرور ہے اب تک
دید کی گرچہ ہم نے لی لذت — وصل تیرا ضرور ہے اب تک
آہ چلنے سے تھک رہے ہم تو — منزل یار دور ہے اب تک
زہد و تقویٰ میں گرچہ ہے زاہد — طالب قصر و حور ہے اب تک
مے کے پینے سے گرچہ ہوں مخمور — مکھ ہمارے پہ نور ہے اب تک

نجم تم سے گرچہ تو ہے بے پروا
عشق میں تیرے یہ حور ہے اب تک

غزل

شکر خدا کہ آن تو پہونچا ہوں یار تک　　اب ہاتھ اس کے ہے ہمیں لانا بہار تک
ظالم ہوا ہے جان کے لینے کو مستعد　　گرچہ میں دے چکا اے صبر و قرار تک
ناحق لگا کے آنکھ کو اس بیوفا کے ساتھ　　رسوا میں ہو گیا ہوں ملک و دیار تک

دشنام بھی صلوٰۃ میں سمجھونگا تیرے یار
دیوے اگرچہ مجھکو لاکھ اور ہزار تک

بابُ اللام

غزل

یار تو کہتا تو جنگل میں چل — پاس سے ایسے رقیبوں کے نکل
میں و تو دونوں رہیں گے واں بہم — تا پڑے تیری حضوری میں خلل
گر تو عاشق ہے تو یہی کام لے — درد میں میرے محبت کے تو گل
ہستی اور پندار کو دل سے نکال — آرزو میں یار کی مائی میں مل
آہ یہ دکھ ہے رقیبوں کا مجھے — کام میں میرے یہ دیتے ہیں خلل
دکھ سے اب ان کے نکل جائیں کہاں — آگ میں اس غم کے ہم جاوینگے جل

اے نجستم درپیش آوے گا وہی
جو لکھا قسمت میں ایزد عزوجل

غزل

اپنے نصاب حسن سے تو عشرہ کچھ نکال — پھر ہم سے عاشقوں کے تو میں دیکھ کر نہال
حاجت نہیں شراب کے پینے کی کچھ مجھے — مخمور ہوں میں دیکھ کے تیرا یہ خوش جمال

ہاتف نے مجھکو دی یہ بشارت یہی نجستم
کافی ہے مجھکو یار کے چہرہ کا اک خیال

غزل

کون سنتا ہے سناؤں کس کو حال — اضطرابی ہے میرے دل کو کمال
پھنس گیا پھندے میں تیری زلف کے — جب سے دیکھا ہے تمہارا قاف و دال
درد دکھ جاویں ہمارے اس گھڑی — جب دکھا دیوے ہمیں اپنا جمال
کوئی ہے مشغول تسبیح و دعا — ہے تیری صورت کا بس مجھکو خیال

گر وصال یار چاہے تو نجم
دے اسی رستہ میں اپنا جان و مال

بابُ المیم

غزل

ساقی مجھے پلا دے محبت کی مے کا جام — دیرینہ سال ہاتھ سے تیرے وہ سُرخ جام
دیوانہ جو ہوا ہے محبت میں یار کے — اس کو تو کچھ رہا ہی نہیں خانماں سے کام
کافر کے بندِ زلف میں جیسے پڑا ہوں قید — لاچار ہو پکاروں ہوں ہر دم میں رام رام
اے شوخ بے وفا کہیں ایسا نہ ہو ستم — ہر جا ستم سے تیرے پکاریں یہاں خاص و عام

رندوں میں سُرخ روئی جو چاہے تو اے نجم
جا میکدہ میں بیٹھ تو کر دور ننگ و نام

غزل

کب تلک منظور ہے مجھکو پھرانا اے صنم — آتشِ ہجراں سے میرا دل جلانا اے صنم
ہوگیا تصویر کا تیرے میرے سینہ پہ نقش — کس لئے پھر ہم ستی مکھ کو چھپانا اے صنم
ہر گھڑی تو پاس ہے پھر کیوں ہے مجھ سے یہ حجاب — کب روا ہے شرع میں دل کا جلانا اے صنم
آتشِ فرقت نے تیری کر دیا دل کو کباب — تم کو لازم ہے ذرا اس کو بجھانا اے صنم
صبر کر بیٹھیں اگر پردیس میں تو ہو کہیں — پاس ہے پھر کیوں کرے ناحق بہانا اے صنم

کر دیا ہے نجم کو اس عشق نے خانہ بدوش
ہوگیا ہے شوق میں تیرے دیوانہ اے صنم

بابُ النون

غزل

ہوگئے ہم بھی اِس داخل تیرے غمخواروں میں
جیسے بڑھیا ہوئی یوسفؑ کے خریداروں میں

لاکے دے مجھکو بھی وہ دارُوئے کامل اے طبیب
میں بھی اب ہوگیا شامل تیرے بیماروں میں

تیغِ ابرو تیری کیا صاف اڑادیتی ہے سر
شکوہ ہوتا تھا بہت آج یہ تلواروں میں

فکر کچھ قتل کا ہرگز نہیں مجھکو لیکن
ہوگا مشہور تیرا نام تو خونخواروں میں

لا پلادے مجھے وہ بادۂ وحدت ساقی
کیا ہے مشہور جو ہو جاؤں گا میخواروں میں

چشمِ باطن کہ جسے حق نے عنایت کی ہے
وہ ہی دکھتا ہے اُسے ہر درو دیواروں میں

کون سی جا ہے جہاں وہ بتِ عیّار نہیں
نور اس کا ہے عیاں پھولوں میں اور خاروں میں

نجم مدہوش رہا کر تو سدا پی کے قدح
کم رہا کر ذرا اُن عاقلوں ہوشیاروں میں

غزل

ہے پڑی تجھ زلف کی مجھ پیر میں زنجیر ہیں — قتل کو میرے یہ دو ابروئے چوں شمشیر ہیں
غم نہ کھا اے دل اکیلا تو ہی کچھ قیدی نہیں — بلکہ صدہا تجھ سے اس فتراک میں نخچیر ہیں
روزِ اول ہی اُسی کو دیدیا سب دین و دل — کیا کرے بندہ کہ آخر کار یہ تقدیر ہیں
ہے عجب تو سنگ کو ایک آن میں پارس کرے — مست آنکھوں میں نہ جانے کیا ترے تاثیر ہیں

غم نہ کھا اس گردش دوراں سے ہرگز نجم تو
واسطے تسکیں کے تیرے سلیمانؒ پیر ہیں

غزل

گر ہے اثر نہیں مرے سینہ کی آہ میں — کچھ ہی تو شئ نہیں ہے ہمیں واہ واہ میں
زندہ ہیں ہم تو پیتے ہیں ہر دم شراب کو — تم خوش رہو کہلا کے میاں شاہ شاہ میں
خلعت ملا ضرور ہے شیطاں کو لعنتی — کینہ سے دل کے پڑ گیا ذل و تباہ میں
میں زر خرید بندہ ہوں اس شاہ مصر کا — یوسف کئی ہیں جن کی زنخداں کی چاہ میں

مت کر تو فکر نجم جو پہنچے نہ یار تک
مرنا ثواب ہے اسی کوچے کی راہ میں

غزل

کشتہ اک خنجرِ مژگانِ صنم کا میں ہوں
سوختۂ آتشِ ہجرانِ صنم کا میں ہوں

کب طبیبوں کو میرے مرض سے آگاہی ہے
ہائے مارا ہوا اس آنِ صنم کا میں ہوں

گل نرگس کے سوا کچھ نہ دوا دو مجھکو
کیوں کہ بیمار دو چشمانِ صنم کا میں ہوں

زاہد تجھکو مبارک ہووے یہ زہد تیرا
بسکہ دیوانہ بیک شانِ صنم کا میں ہوں

مجھکو حاجت نہیں کچھ ورد وظائف کی ذرا
روز و شب تالی قرآنِ صنم کا میں ہوں

اب رقیبوں کو ذرا یاں سے اٹھا دو صاحب
آج کی شب میں تو مہمانِ صنم کا میں ہوں

اب رہائی نہیں اس عشق سے ممکن ہرگز
بستہ اک زلف پریشانِ صنم کا میں ہوں

تا سحر دامنِ دلدار نہیں چھوڑوں گا
دیر سے طالب احسانِ صنم کا میں ہوں

اس لئے کوئی نہیں نجسم کی نظروں میں ٹلے
عاشق روئے سُلیمان صنم کا میں ہوں

غزل

اے ستم گر تیرے اس جور کا کیا کیجئے بیاں
نیم بسمل تو مجھے چھوڑ گیا سینہ تپاں

زخم بھرنے کی مرے جلد سے تدبیر تو کر
ورنہ واللہ میرے لب پہ نکل آئی ہے جاں

میں نے پوچھا تو طبیبوں نے کہا اس کا علاج
زخم ایک اور بھی بھاری سا لگے اس کے میاں

اور بھی شوق ہے اس خنجر مژگاں کا مجھے
جب سے پایا ہے طبیبوں سے میں درماں کا نشاں

چشم خونخوار سے تیرے مجھے معلوم ہوا
قتل کرنے کو میرے آیا ہے ایک بانکا پٹھاں

دلربائی کو تو سنتے ہیں کہ تھے اور بھی خوب
لیک آیا نہیں نظروں میں کوئی تجھ سا جواں

نجم کو ناوک مژگان نے دل افگار کیا
واہ میاں خوب ہی رکھتے ہو تم ابرو کی کماں

غزل

گرچہ ہم ان کے ہی کہلاتے ہیں
پر وے دیدار نہ دکھلاتے ہیں

وصل کا رہ گیا ارماں ہمکو
دل میں یہ داغ لئے جاتے ہیں

جب کہ بوسہ کے لئے کہتا ہوں
گالیاں دیتے ہیں جھنجھلاتے ہیں

حیف ہنس ہنس کے رقیبوں سے صنم
میرے دل کے تئیں ترساتے ہیں

شعر کہنے سے نہ کچھ حاصل ہے
پر یہ دل کے تئیں بہلاتے ہیں

تیری صورت کے ہیں عاشق صدہا
ہم نظر میں تیری کب آتے ہیں

چھوڑ کے جاؤں کہاں یار کا در
ٹھوکریں ان کی پڑے کھاتے ہیں

ایسے بے رحم و ستمگر کو نجم
دے کے دل ہاتھ سے پچھتاتے ہیں

غزل

ہر بھیس میں ہر شکل میں ہر شان میں من ہون
بستی میں پہاڑوں میں ۔۔۔ ۔ نا میں میں ہوں

مسجد میں بیٹھ شیخ ہوں دھرے میں برہمن
ہر دین میں ہر گبر و مسلمان میں میں ہوں

توریت و زبور اور با انجیل و صحائف
گیتا میں ہوں بھاگوت میں قرآن میں میں ہوں

خود میں ہی مرض اور مریض آپ دوائی
بقراط میں اور صورتِ لقمان میں میں ہوں

تنزیہ میں ہوں اور یہ تشبیہ بھی میں ہوں
سو طرح سے ہر جلوہ و ہر آن میں میں ہوں

اجمیر میں چشتیؒ ہوئے اور فخرؒ دو عالم
اس نور محمدؐ میں سلیمانؒ میں میں ہوں

عاشق ہوں میں خود اپنے جمال ازلی کا
کوئی نہیں ہے تجسم کے عنوان میں میں ہوں

غزل

چین پڑتا ہی نہیں ہے مجھکو روئے یار بن
عشق کے بسمل کا مرہم ہی نہیں دیدار بن

بیدحی اٹھ جائیے بہر خدا مجھ پاس سے
میں نہ اچھا ہوؤں گا اُس نرگسِ بیمار ۔ بن

وہ کٹیلی آنکھ اور ناز و ادا اس یار کی
کر رہی ہے ہر گھڑی گھائل مجھے تلوار بن

آکے اے ظالم لگا اب تو ذرا مجھکو گلے
ورنہ ہو بیٹھے گا تو اس عاشقِ ناچار بن

تجسم رہ سرشار ہر دم عشق میں اس یار کے
کب بشر ہوتا ہے انساں عشق کے آزار بن

غزل

پوچھے کوئی مجھ سے تو میری ذات بتا دوں — جس واسطے آیا ہوں وہی بات بتا دوں
جب شوق ہوا مجھکو کہ میں آپ کو دیکھوں — پیدا کئے یہ اس لئے مرآت بتا دوں
از روئے تراہت کے میں ہوں واجب و مطلق — ممکن ہو یہ پہونچے سبھی کسوات بتا دوں
ہر طور کی کسوت میں کیا آپ کو ظاہر — ہر شان میں ظاہر کری صفوات بتا دوں
منصور کے پردے میں میں بولا تھا انا الحق — پھر دار ہوا اس لئے آفات بتا دوں
سبحانی و ما اعظم شانی میں کہا تھا — اس پردۂ بازید میں یہ گھات بتا دوں
اس بات میں کوئی کرے انکار وہ نادل — اثبات میں چند مے اسے آیات بتا دوں
وہ کون سی جا ہے کہ جہاں میں نہیں ظاہر — ہے عاشق صادق کہاں ہیئات بتا دوں
تن بھیس کے بدلے سے کوئی اور نہ ہووے — وہ شان وہی پیر وہی بات بتا دوں
ہاں کہنے میں اس کو جو کوئی شخص نہ جانے — ہر بھیس کے یوں دیکھنے سے بھات بتا دوں

گر فرق مراتب میں نہ سمجھے ہے وہ زندیق
اے نجتم جو سمجھے تجھے یہ بات بتا دوں

غزل

یار یہ درد دلی کس کو سناؤں تجھ بن
حال برگشتہ میرا کس کو دکھاؤں تجھ بن

سیر گلشن کو سب ہی جاتے ہیں گلرو مل مل
تو تو چلتا نہیں اب کیسے میں جاؤں تجھ بن

جو کہ شدت تیری اس راہ میں کھینچی ہم نے
کوئی سنتا ہی نہیں ۔ کس کو سناؤں تجھ بن

جور ہجراں سے تیرے سخت ہوا ہوں گھائل
مرہم اس زخم کا اب کس سے میں پاؤں تجھ بن

نجم کا حال سلیماں سے تو کہدے ہدہد
کوئی جاتا نہیں اب کس کو بھیجاؤں تجھ بن

غزل

تاج سرور میں یار بیٹھے ہیں
ہم کہ جنگل خوار بیٹھے ہیں

دل کو دے تجھ کو ہاتھ سے اپنے
ہو کر اب بیقرار بیٹھے ہیں

کچھ توجہ کرو ہماری طرف
ہم سپئے انتظار بیٹھے ہیں

یاد کر کے تیری ارے ظالم
رو کے اب زار زار بیٹھے ہیں

زلف جاناں میں دل پھنسا اپنا
ہو کے بے اختیار بیٹھے ہیں

وصل جاناں ہو کس طرح حاصل
وہ تو دریا کے پار بیٹھے ہیں

بازی عشق میں یہ اپنا دل
نجم الدین ہم تو ہار بیٹھے ہیں

تاج سرور چشت شہر کو کہتے ہیں جہاں حضرت خواجہ نور محمد مہاروی کا مزار مقدس ہے

غزل

یا الٰہی میں بندہ تیرا ہوں — نفس شیطان میں آکے گھیرا ہوں
مجرم و عاصی دل تنگار ہوں میں — مرتکب سانج اور سویرا ہوں
ان کے شر سے مجھے امان تو دے — ورنہ میں راہ زن ہی میرا ہوں
تو ہی آمرزگار ہے میرا — میں گنہگار ہوں تو تیرا ہوں

نجم کو بخش چشتیوں کے طفیل
یں سلیمان شہ کا چیرا ہوں

غزل

ظاہر میں میں اگرچہ بشکل حباب ہوں — باطن میرا یہی ہے کہ میں جملہ آب ہوں
آیا ہوں گرچہ عالم اجسام میں ابھی — پر نسخہ حدوث کا پہلا ہی باب ہوں
اے دوستو وجود میرا ہے مثال برف — اُمیدوار تابش آں آفتاب ہوں
اس برف میں اگرچہ بجز آب کچھ نہیں — لیکن حجاب غیر سے میں در حجاب ہوں
ہوں ملک جاوداں کا میں باشندۂ قدیم — اس عالم حدوث میں اگر خراب ہوں
جب سے سنی ہے آیتِ اِقرار کِتابِیک — اس دن سے آپ اپنے لئے میں کتاب ہوں
پیر مغاں سے جیسے کہ اوصاف مے سنے — ویسے ہی میں بھی شائق جام و شراب ہوں

کچھ کر علاج اپنے مرض کا تو نجم دیں
اس آتش فراق سے سینہ کباب ہوں

غزل

مر گئے یار کی جدائی میں　　کیا لیا ہم نے آشنائی میں
کہیں دیکھا نہیں ہے سحر ایسا　　جو ہے اس پنجۂ حنائی میں
دیکھتے ہی پھنسا لیا دل کو　　اپنی زلفوں کی خم نمائی میں
عمر ساری گذر گئی میری　　دیکھتے جور اور جفائی میں
خوب رو تو ہزار ہیں لیکن　　آفریں تیری دل ربائی میں
حال روشن ہے دونوں عالم کا　　تیرے دندان کی صفائی میں
جو شفا ان لبوں میں دیکھی ہے
نہیں دیکھی کسی دوائی میں

غزل

رہتا ہوں تیرے عشق میں بیماران دنوں　　بھاری ہوا ہے مجھکو یہ آزاران دنوں
آ، آ یہ کہہ کے اٹھ گئے مجھ پاس سے طبیب　　حاجت ہے اس کو داروئے دیداران دنوں
افسوس جس کے عشق میں سب عمر دی بتا　　روٹھا پھرے ہے مجھ سے وہ دلداران دنوں
یارو چلو منا کے اسے لاویں یاں تلک　　رکھتا ہے وہ رقیبوں سے بھی پیاران دنوں
تک تو ہی لا صبا میرے گلفام کی خبر　　رہتا ہے کس چمن میں میرا یاران دنوں
کیوں تیغ ہجر سے مجھے مارے ہے اے صنم　　کیا ہاتھ میں نہیں تیرے تلواران دنوں
بس چھوڑ نخسم دیس یہ تیری گفتگوئے سحر
تو لندن میں چل کے دے ہوشاران دنوں

غزل

میرے آنے کی یہاں اس کو خبر ہے کہ نہیں
اتنا پوچھا جو کہا اس کو صبر ہے کہ نہیں

میں تو دل دے چکا پر اس نے محبت نہ کری
ہائے دنیا میں محبت کا ثمر ہے کہ نہیں

عشق کی آگ سے سینہ تو میرا جلتا ہے
پر نہ معلوم کہ اس بت پہ اثر ہے کہ نہیں

ہائے ظالم مجھے گر مارنا ہے تو مار لے تو
پر تیرے ہاتھ میں کچھ تیغ تبر ہے کہ نہیں

تجسم اس بت پہ فدا گبر و مسلماں ہیں سب
کوئی دنیا میں ارسطو سا بشر ہے کہ نہیں

غزل

ہے حسن تیرا جلوہ نما دونوں جہاں میں
ہے فیض تیرا جاری سبھی کون و مکاں میں

امواج ہیں تیری ہی یہ اے قلزم وحدت
جو کچھ نظر آتا ہے زمیں اور زماں میں

ہے حسن پرستی پہ یہ دل اس لئے مائل
تو ہی نظر آیا ہمیں ان شکل بتاں میں

ہے پرتو تیری ہی محبت کا خدایا
یہ عشق و محبّت ہے جو ہر پیر و جواں میں

ہر چیز میں تیرا ہی ظہور ہے مگر خوب
یہ جلوہ دکھایا ہے ہمیں پیر پٹھاں میں

جس آن سے دیکھا تجھے در شانِ سُلیماں
ویسا نہیں دیکھا ہے کہیں ہر دو جہاں میں

تھی غزل سرائی کی کہاں تجسم میں طاقت
تیری ہی لطافت ہے یہ سب میری زباں میں

منقبت

قطبِ آسماں و دین خواجہ سلیماںؒ ہیں
غوثِ ایں زمان و زمیں خواجہ سلیماںؒ ہیں

مظہرِ جمالِ خدا واقفِ علم و دیں
وارثِ رسولِ امیں خواجہ سلیماںؒ ہیں

فیض کیوں نہ پائیں سب خاندان قادری
نائبِ محی الدّین خواجہ سلیماںؒ ہیں

کیوں فروغ پائے نہ سلسلۂ چشتیا
جابجا معین الدّین خواجہ سلیماںؒ ہیں

شاہ قطب کاک نے کھولے رازِ معرفت
بالیقیں قطب الدین خواجہ سلیماںؒ ہیں

آپ نے شیریں زباں سے مشکلیں آسان کی
گنج شکر فرید الدّین خواجہ سلیماںؒ ہیں

آپ سا محبوب بھی ہے کہاں جہاں میں
ثانیٔ نظام الدّین خواجہ سلیماںؒ ہیں

چودہ خانوادوں کے جو چراغ ہند ہیں
بے شبہہ نصیر الدّین خواجہ سلیماںؒ ہیں

شرق سے غرب تک فیض جنکا عام ہے
خلف نور و فخر الدّین خواجہ سلیماںؒ ہیں

زاہد نارِ جہنم کا مجھے کچھ غم نہیں
کہ شفیع نجم الدّین خواجہ سلیماںؒ ہیں

شجرۂ قادریہ

الٰہی حشر کو تو بھی ہو مصطفیٰ بھی ہوں — علی حسین ہوں اور زین العبا بھی ہوں
شفیع ہوں میرے باقر و جعفر صادق — امام موسیٰ کاظمؑ علی رضا بھی ہوں
وہاں ہوں خواجۂ معروف سری اور جنید — وہ عبد الواحد بو الفرح باصفا بھی ہوں
بوالحسن ہوں وہاں بوسعید و جیلانی — محی الدین شفیع میرے رہنما بھی ہوں
ابونجیب عمار اور نجم الدین کبریٰ — وہ مجد دلدیں رضی احمد اولیا بھی ہوں
ہوں نور دیں وہاں اور علائی سمنانی — شفیق مجھ پہ وہ محمود و پیشوا بھی ہوں
ہوں دستگیر میرے اس جگہ علی ہمداں — اسحاق اور محمد وہ باصفا بھی ہوں
محمد علی اور وہ غیاث غوثِ زماں — حسن محمد وہ یحییٰ اتقیا بھی ہوں
کلیمؒ شاہ نظام اور خواجہ فخر الدینؒ — وہ نور و خواجہ سلیمان حق نما بھی ہوں

تمہارے روبرو بے جا کے مجھکو بخشا لیں
نجم کو جنت و حورانِ خوش لقا بھی ہوں

شجرۂ شریف قادریہ

لو خبر جلدی سے میری یا شفیع المذنبیں
ہے یہی وقتِ مدد اے پیشوائے مرسلین

یا علیؓ مرتضیٰ احسنین لو میری خبر
کر مدد میری امام شاہ زین العابدین

ہیں محمد باقر کامل ولی میرے امام
ہوں امام جعفرِ صادق کا خادم بالیقین

موسیٰ کاظم بھی ہمارے سرور سالار ہیں
اور علی موسیٰ رضا کے گھر کا ہوں میں خوشہ چین

خواجۂ معروف کرخی سرّی سقطی و جنید
شبلی عبد الواحد بن عبد العزیز عارفین

بوالفرح بوالحسن ہکاری میرے پیشوا
بوسعید ابن المبارک ہیں بڑے سالار دین

ہوں سگِ درگاہ عالی اُس شاہ جیلاں کا
ہیں قدم جن کے سبھوں کے سر پہ جو ہیں کاملین

الغیاث اے غوث صمدانی محی الدین ولی
کر اعانت تو میری در پر پڑا ہوں مستعین

جو ہے منکر تجھ جناب پاک کا مردود ہے
بلکہ ہیں ملعون جو ہیں اس خاندان کے منکرین

بے شبہ محبوب سبحانی ہے تو اور غوثِ حق
وہ جناب پاک تیری یا رئیس الواصلین

میرے والی ہیں ضیاء الدین نجیب سہروردی
پھر عمار بن یاسر اور کبیری نجم الدین

نام لیوا ہوں جناب شاہ مجدّ الدین کا
اور رضی الدین علی اللہ و احمد نور الدین

ہوں علاؤ الدولہ سمنانی کے گھر کا میں گدا
شیخ جی محمود کے در پر پڑا ہوں میں حزین

ہیں میرے سید علی ہمدانی بیشک پیشوا
خواجۂ اسحاق ختلانی کے در پر ہوں نشین

حضرت سید محمد نوربخش قادری
اور محمد علی ہیں مقتدائے المکین

حضرت یحییٰ مدنی شہ کلیم اللہ ولی
الغیاث اے شہ نظام الدین خواجہ فخر دین

الغیاث اے حضرت شیخ غیاث نور بخش
شیخ حسن شیخ محمد کا ہوں بردہ کمترین

خواجۂ نور محمد ساکن شہرِ مہار
حضرت خواجہ سلیماں رہنمائے عارفین

القطاع ما سوا اللہ وصل حق ہووے عطا
آرزو رکھتا ہے تم سب سے یہ عاصی نجم دین

بَابُ الواو

غزل

جس وقت دل کو خواہش دیدار یار ہو — دریا اٹک سے پھر تو وہ ہر طرح پار ہو
اندیشہ زادِ راحلہ عشاق کو کجا — بس خرچ راہ اس کا تصور ہی یار ہو
عاشق اسی کو کہتے ہیں اے دوستو سنو! — سینہ ہو جس کا سوختہ اور چشم زار ہو
کہنے بھلے بُرے پہ جہاں کے نہ کچھ غرض — جس کو رضائے یار سے ہر وقت کار ہو
تارک ہے وہ کہ جس کو نہ الفت ہو غیر سے — ظاہر میں گرچہ اس کے تعلق ہزار ہو
ہو ایک بت کا عاشق و دیوانہ شیفتہ — در در بھٹک کے کس لئے اے دل تو خوار ہو

یہ نجم مبتلا ہے سلیمان شاہ پر
یارب ۔ بروز حشر اسی میں شمار ہو

غزل

کر دل سے ہر دم یاد یہی اللہ ہو اللہ ہو — رکھتا ہے دل کو شاد یہی اللہ ہو اللہ ہو
جو چشت کے گھر کے جوگی ہیں اور عشق خدا کے روگی ہیں — دن رات بجاویں ناد یہی اللہ ہو اللہ ہو
ہیں شاہ سلیماں پیر مرے اور ہادی ہیں بدگیر مرے — ان کا بھی ہے ارشاد یہی اللہ ہو اللہ ہو
جو ترس دیا کے دھاڑی ہیں اور بستی دل اجاڑے ہیں — پھر ان کو کرے آباد یہی اللہ ہو اللہ ہو

اے نجم لگا تو دل اس سے آتی ہے وفا کی بو جس سے
بس عشق کی ہے بنیاد یہی اللہ ہو اللہ ہو

غزل

بات ایک بھید کی کہتا ہوں اگر مانتے ہو　　کون میں ہوں مجھے بتلا دو جو پہنچانتے ہو
سیر کو آیا ہوں میں کر کے یہ ممکن کا لباس　　ورنہ میں وہ ہی ہوں جب جسے تم جانتے ہو
پردہ امکان کا اسواسطے ڈالا منہ پر　　تا مرے حسن کو خوبی ستی ایقانتے ہو
بات کچھ کفر کی اس نجسم نے ہرگز نہ کہی
عین اسلام ہے گر دل میں یقیں ٹھانتے ہو

غزل

صبا یہ لطف سے کہیو سگ درگاہ جاناں کو　　کیا ہے یار پر قربان میں اپنے دین و ایمان کو
جدائی گر مقدر میں خدا نے لکھدی ہے میرے　　نہ بھولا ہوں ولے اب تک تمہارے لطف و احسان کو
وجود ظاہری میرا پھرے ہے دربدر لیکن　　تیرے کوچہ میں رکھ آیا ہوں اے جاناں دل و جاں کو
کوئی مرتا نہیں عاشق جدائی یار سے اپنے　　نہ کرتا گر خدا پیدا جو اس آزار ہجراں کو
وسیلہ دو جہانوں میں نظر آتا نہیں کوئی　　بجز اس کے کہ پکڑا ہے تمہارے چاک داماں کو
عنایت اور شفقت سے یہ بندہ پروری کیجیو
خدا کے واسطے مت بھولیو اس نجسم حیراں کو

غزل

گاہے گاہے اے صنم مجھ پاس بھی آیا کرو
آپ مت آؤ بھلا مجھکو ہی بلوایا کرو

میں ترستا ہوں تمہاری دید کو ماہ لقا
روئے پر انوار مجھکو بھی تو دکھلایا کرو

آگ لگ جائے تمہارے وعدۂ خوردہ پہ دوست
جھوٹے وعدوں سے میرا جی تم نہ للچایا کرو

ہجر میں گزرے ہے نجم الدین کی لیل و نہار
ایسے بھی کیا سنگ دل ہو کچھ تو شرمایا کرو

غزل

اس مشرب مستوں میں یارب تو ملا مجھکو
وہ مے جو پرانی ہے اک جرعہ پلا مجھکو

تیں حسن میں خوبوں کے حسن اپنا کیا ظاہر
ہر حسن پری رو میں جلوہ تو دکھا مجھکو

اس صورت ممکن میں ہے جلوہ نما تو ہی
آئینہ صفت جاناں دے اپنی لقا مجھکو

زاہد ہوں نہ عابد ہوں طالب ہوں نہ جنت کا
بس شربت وحدت سے اک قطرہ چکھا مجھکو

ان خشر کے مستوں میں ہو حشر میرا یارب
جو قوم کہ ہے گمراہ اس میں نہ ملا مجھکو

دیدار میں خوابوں کے ہے وصل خدا حاصل
اے مدعی ناداں تو ناحق نہ ستا مجھکو

جب دور کیا تو نے اے مہر نقاب اپنا
ہر جلوہ نظر آیا وہ جلوہ ملا مجھکو

تجھ حسن کا شائق ہے یہ نجم بہت حیراں
وہ حیرت بمدوحہ یارب تو دلا مجھکو

مُسْتَزَاد

مدت ہوئی دل چھین کے وہ لے گیا دلدار
فریاد ہے یارو

پھر پوچھتا ہرگز نہیں. مجھ حال کو وہ یار
کیا یاد ہے یارو

دن رین کی اس دکھ کو اگر میں کروں اظہار
بسیار ہے بسیار

بن دیکھے پیارے کی نپٹ یہہ دل پرخار
ناشاد ہے یارو

کرنے کو مرے قتل ہے وہ ابروئے خمدار
تلوار ہے تلوار

رہتا ہوں میں ان ناوک مژگاں سے دل افگار
بیدار ہے یارو

طالب نہ ہوں جنت کا یہ کہتا ہوں میں صد بار
ہوں عاشق دیدار

ہے کوچہ تو نسہ کے مجھے گلشن و گلزار
دل شاد ہے یارو

لے نجم جو سنتا ہے غزل کو تیری اک یار
اور مردم ہشیار

کہتا ہے وہ، ہنس ہنس کے یہ ہے عاشق بیمار
آزاد ہے یارو

باب الہام

نعت شریف

شوق ہے مجھ کو سرکار دیدار کا اپنی صورت دکھادو رسول اللہؐ
چاند سے مکھ پہ میں ہو گیا ہوں فدا اپنی صورت دکھادو رسول اللہؐ

اے شفیع الورا سید انبیا تم سے بہر خدا ہے یہی التجا
پردہ مکھ سے ہٹا کر خدارا ذرا اپنی صورت دکھادو رسول اللہؐ

اے شہہ دوسرا مالکِ انس و جاں نور سے آپکے ہے یہ روشن جہاں
ذکر ہے شان میں تیری لولاک کا اپنی صورت دکھادو رسول اللہؐ

اور کچھ بھی نہیں دل میں اس کے سوا دل میں رہتا ہے ہر دم خیال آپ کا
آپ قبلہ میرے میں ہوں قبلہ نما اپنی صورت دکھادو رسول اللہؐ

ایسی قسمت کہاں، جو مدینہ چلوں ان کے روضہ کا جاکے طواف کروں
ان سے جاکے تو کہنا اے بادِ صبا اپنی صورت دکھادو رسول اللہؐ

ہے یہ حاجی نجم ان کے در کا گدا لب پہ ہے ورد صلِ علیٰ کا سدا
اس کو ہے گا فقط آسرا آپ کا اپنی صورت دکھادو رسول اللہؐ

نعت شریف

کہاں تک وصف ہو مجھ سے تمہارا یا رسول اللہ
کہ تم ہو بحرِ قلزم کا کنارہ یا رسول اللہ

زمیں اور آسماں سب میں تمہارے نور کا جلوہ
کہ ہے لولاک میں اس کا اشارہ یا رسول اللہ

جس نے حق کو دیکھا ہو وہ دیکھے آپکی صورت
کہ تم نے من رآنی خود پکارہ یا رسول اللہ

کروں گر میں نہیں تم سے تو عرض اپنی کروں کس سے
تمہارے در کا ہے یہ سگ بیچارہ یا رسول اللہ

خدا سے مغفرت میرے گناہوں کی کرا دیجے
نہیں اب آپ بن کوئی سہارا یا رسول اللہ

اگر تم بھی نہ پوچھو گے ہمارے حال کو حضرت
تو ہے پھر کون یہاں تم بن ہمارا یا رسول اللہ

ذرا اب تو نگاہ لطف سے ہم پر کرم کیجیے
کہ ہو جائے ہمارا ابھی گزارا یا رسول اللہ

خدا کے واسطے اب کیجیئے مدد حضرت
کہ شیطاں نفس نے مجھکو بگاڑا یا رسول اللہ

ہوئی مدت کہ میں دیدار سے محروم ہوں آقا
نہیں یہ زندگی مجھکو گوارا یا رسول اللہ

دکھا دو اب تو مجھکو تم جمال پاک نورانی
تمہارا ہے یہ نجم الدین تمہارا یا رسول اللہ

غزل

اس سوا کوئی نہیں غیر ہے اللہ اللہ — وہ ہی کعبہ ہے وہ ہی دیر ہے اللہ اللہ
چشم دوبیں سے تجھے غیر جو دکھلاتا ہے — پاک بازوں کا یہاں سیر ہے اللہ اللہ
جبکہ اس نقطہ ہستی کو دیا دل سے مٹا — عین میں غین ہیں کیا پھیر ہے اللہ اللہ
ہے وجود ایک میاں دیکھ نہ کثرت کی طرف — جس طرح ہاتھ کہیں پیر ہے اللہ اللہ
کہیں عاشق کہیں معشوق کہیں کفر و دیں — کہیں اخلاص کہیں بیر ہے اللہ اللہ
کہیں بکری ہے کہیں جشن ہے آہو بھی کہیں — کہیں چیتا ہے کہیں شیر ہے اللہ اللہ

چشم باطن کو ذرا کھول کر تو دیکھ نجم
یاں زبر ہے تو وہاں زیر ہے اللہ اللہ

غزل

کرتا ہوں دردِ ہجر سے ہر دم میں آہ آہ ‏ ‏ ‏ اچھا تمہارا ہے، ہو محبت کو واہ واہ
ناحق نہ تم جلاؤ نصیحت سے دوستو ‏ ‏ ‏ ہے داغ ہجر کا میرے دل میں سیاہ سیاہ
یک ذرہ دردِ عشق کفایت ہے ہمکو بس ‏ ‏ ‏ کچھ بھی خوشی نہیں ہمیں کہلا کے شاہ شاہ
بس کر گلے لگا ہمیں اب تو اے ماہِ رو ‏ ‏ ‏ پھرتا ہوں درد سے تیرے دردر تباہ تباہ

دیکھے بغیر دل کو نہ ہو نجم کے سکوں
باطن میں جلوہ گر ہے اگرچہ وہ ماہ ماہ

غزل

پھرا ہوں یار کے غم میں مثالِ قیس دیوانہ ‏ ‏ ‏ طلب میں یار کے ہم نے دیا ہے چھوڑ یہ خانہ
اگر وہ دلربا اپنے لگاوے مجھکو سینے سے ‏ ‏ ‏ جنابِ حق کا خوش ہوکر کروں میں دل سے شکرانہ
اگر یک شب رہے مہماں تو غم خانۂ دل میں ‏ ‏ ‏ تو برکت سے تیری آباد ہو جاوے یہ ویرانہ
شرابِ ارغوانی وہ پلا دے مجھکو اے ساقی ‏ ‏ ‏ کہ جس سے غیر کی الفت کا دل میں رہ نہ یک دانہ
پھنسا ہوں اس بت کافر ادا کے ایسے پھندے میں ‏ ‏ ‏ بنا تقویٰ عبادت سے میرا مسکن ہے بتخانہ

شرابِ شوق گر چاہے تو چل اے نجم تونسہ میں
کہ دیتا ہے وہاں ساقی لبالب بھر کے پیمانہ

بابُ الیائے تحتانی

غزل

یہی ہے وجہ میری تجھ سے شکوہ رانی کی
کہ تو نے مجھ سے یہ کیوں دور مہربانی کی

نہ ملنا تھا تجھے ہم سے تو اے بت کافر
تو کیوں یہ ہم سے غریبوں کی دلستانی کی

جلایا باغ مشیخیت کو عشق میں تیرے
کہ ایک عمر سے میں جس کی باغبانی کی

نہ حکم کر مجھے توبہ کا اب تو اے زاہد
کہ قدر کچھ نہیں اس توبہ ء زبانی کی

رقیب تھک رہا جھک جھک نہ بس چلا اسکا
اگرچہ اس نے میری خوب نگہبانی کی

عبث ہے تیری نصیحت یہ ہمکو اے ناصح
ہمارے حال پہ کیوں تو نے بدگمانی کی

سُنا نہ ہو گا مگر حال شیخ صنعاں کا
نہ تو نے لیلیٰ و مجنوں کی قصہ خوانی کی

نہ کیوں جمال صنم پر کروں میں جان قرباں
کہ کوئی دیکھتا نہیں مثل میری جانی کی

ملا نہیں اسے اب تک وہ ماہ رو اس کا
اگرچہ تجسم نے لاکھ اس پہ جان فشانی کی

Scanned with CamScanner

غزل

دِل ڈس گئی ہے ناگن زُلفِ سیاہ تمہاری
آتی نظر نہیں ہے اب زندگی ہماری

کاٹے نہ جس کو پیارے جھنجلا کے زُلفِ ناگن
کچھ کارگر نہیں ہے اس پر فسون کاری

یارو جتن سے اپنے رہیو ذرا سنبھل کر
آتی ہے اس طرف کو قاتل کی اب سواری

تیرے ہی قتل کو اب آتا ہے وہ ستم گر
مُلکِ فنا کی کر لے اے نجمؔ تو تیاری

غزل

ہاں سچ ہے مجھ پہ عشق کی تہمت لگی ہوئی
چھوٹے مگر یہ کیسے طبیعت لگی ہوئی

رگ رگ میں بال بال میں عشق اسکا چھا گیا
رہتی ہے سامنے وہی صورت لگی ہوئی

جاؤں کہاں میں یار کے اس در کو چھوڑ کر
ماتھے پہ اس کے در کی ہے چھوکھٹ لگی ہوئی

اٹھ جا طبیب دیکھتا کیا ہے تو نبض کو
مجھکو تو ہے یہ عشق کی زحمت لگی ہوئی

ہو عشق کیسے عاشق بیدل کو دوستو!
ہے وصل ساتھ اسکے تو فرقت لگی ہوئی

مایوس وصل یار سے ہرگز نہ ہو دلا
ہے ہجر ساتھ اسکے ہے عشرت لگی ہوئی

زاہد تجھے یہ زہد مبارک رہے کہ ہے
حور و قصور پر تیری نیت لگی ہوئی

یہ نجم شیفتہ ہے سلیمان شاد کا
مدت سے اس کو ان کی ہے صحبت لگی ہوئی

غزل

جاں بخش ہے صورت تیری ہم مردہ دلوں کی ۔۔۔ ہے زندگی دیدار ہے افسردہ دلوں کی
ہم ہجر کے ماروں سے ذرا بول تو جاتا ۔۔۔ خاطر تجھے لازم ہے ان آزردہ دلوں کی
لاچار ہو بیٹھے ہیں دل ہاتھ سے دیکے ۔۔۔ فریاد تو پوچھو کبھی گم کردہ دلوں کی

یہ نجم نہ جاوے تیرے کوچے ستی ہرگز
واللہ کہ جنت ہے یہ پژمردہ دلوں کی

غزل

بس دیکھ لی ہے ہم نے یہ تیری آشنائی ۔۔۔ کرتا ہے ان دنوں میں تو ہم سے بیوفائی
مت کر ہمیں نصیحت اے شیخ پاک دامن ۔۔۔ رندوں میں ہو گئے ہیں ہم چھوڑ پارسائی
ہر بار ہم پہ زاہد طعنہ زنی کرے کیوں ۔۔۔ شرع میں کب روا ہے یہ تیری خود ستائی
مدت ہوئی صنم نے مکھڑا نہیں دکھایا ۔۔۔ کس سے کہوں میں اپنا احوال بے نوائی
یہ درد اپنے دل کا ہرگز کروں نہ ظاہر ۔۔۔ لیکن جو آکے گاوے قوال خوشنمائی
عیوض میں ایک قدح کے پیر مغاں کو اپنے ۔۔۔ گروے رکھا ہے ہم نے یہ دلق پارسائی

ملکوں میں حال میرا مشہور ہو گیا ہے
اب تو نجم نے پکڑا یہ شیوہ ریائی

غَزَل

دل یہ میرے چھاگئی ہے شان سُلیمان کی
اب نہیں حاجت مجھے ہے اور کسی دھیان کی

میں کہوں نور محمد یا اسے پھر فخر الدینؒ
شکلِ معین الدین ہے یا خواجۂ عثمان کی

اس ہی میں حاصل ہوئی مجھ کو لقائے یا رسولؐ
اس ہی میں ظاہر ہوئی ہے صورت اس رحمان کی

چلن سے بے چین نہ ہو منکر و اس قول سے
تم کو نہ معلوم ہے کچھ ماہیت انسان کی

پڑھتا ہوں میں روز و شب اس مصحفِ رخسار کو
بس یہی مجھکو تلاوت کافی ہے قرآن کی

چہرۂ محبوب پہ تو رہ فدا اے طالبا
اس میں ہی تو دیکھ لیگا شکل اس سبحان کی

نجمؔ ہوئے کیوں فدا نہ اس بت عیار پر
ہے اسی میں تقویت اسکے تو بس ایمان کی

غَزَل

چاہے جس کو لقا اس حضرت رحمان کی
دیکھ لے وہ شکل جاکے خواجہ سُلیمان کی

ہے وہ ہی قطب حقیقی غوث بھی روئے زمیں
بے شبہ ہم شکل ہے وہ سید جیلان کی

بت پرستی سے کرو منسوب یا تم اور کچھ
کرتا ہوں میں تو پرستش ایک اسی کی شان کی

زاہد بس چپ رہو طعنہ نہ دو تم زہد کا
اک عبادت مجھ کو کافی ہے اسی کے دھیان کی

چہرۂ محبوب پر کیونکر فدا ہوئے نہ نجمؔ
بھاگئی ہے دل کو میرے شان میری جان کی

غزل

سیاہی یار کے زلفوں کی ایسی دل پہ چھائی — کہ خود چہرہ ہی جانا کا نہیں دیتا ہے دکھلائی

رہے ہرگز نہیں محبوب عالم میں کوئی یارو — اگر زلفیں اٹھا دئے مکھ سے وہ محبوب یکتائی

پڑی ہے پیر میں سب کے وہ ہی زنجیر گیسو کی — کہ ہر ایک تار میں اس کے کئی الجھے ہیں سودائی

رموز عشق کو اے نجم الدین بس وہ ہی سمجھے ہے
کہ بخشا ہے گا جس کو شیخ نے عرفانِ مولائی

منقبت

جی جان سے ہوں تم پہ میں قربان یا علیؓ
الفت ہے آپ کی میرا ایمان یا علیؓ

مشکل کشا ہے نام تمہارا جہان میں
مشکل میری بھی کیجیے آسان یا علیؓ

پابندِ قیدِ حرص و ہوس کا ہوا ہوں میں
غالب ہوا ہے مجھ پہ یہ شیطان یا علیؓ

بہرِ نبیؐ و صدقۂ حسنینِ پاک کا
اب کیجیے مجھ غریب پہ احسان یا علیؓ

حامی ہے تو غریب و یتیم و اسیر کا
آیا ہے شان میں تیرے قرآن یا علیؓ

جس کے ہے تیری طرف سے دل میں ذرہ بھی فرق
مردود ہے لعین وہ ہامان یا علیؓ

تو دوست ہے خدا کا پیارا رسول کا
کتنی عظیم ہے یہ تیری شان یا علیؓ

منہ دیکھنا تمہارا عبادت کہا نبیؐ
مجھکو بھی شوق ہے یہی ہر آن یا علیؓ

بچ جاؤں نزع قبر کے رنج و عذاب سے
اور خاتمہ ہو میرا با ایمان یا علیؓ

یہ مجرم ہے تمہارا سنبھالے رہو اسے
ہوں دغدغۂ حشر سے حیران یا علیؓ

شجرہ چشتیہ

شفیع مرے محمدؐ ہیں علیؓ اور حسنؓ بھی کافی
عبدالواحد فضیل ادہم حذیفہ مرعشی کافی

ہبیرہ بصری و ممشاد ابواسحاق ابواحمد
ابو محمد ابو یوسف قطب مودود جی کافی

شریف عثمانؒ معینؒ الدین قطب الدینؒ فریدالدینؒ
نظام الدین نصیرالدین کمال الدین ہی کافی

سراج الدینؒ علم الدینؒ محمودؒ اور جمنؒ حسنؒ
محمد اور یحییٰ اور کلیم اللہ ولی کافی

نظام الدین اور نگ آبادی و مولانائے فخرالدینؒ
مجھے نور محمد شاہ سلیمانؒ بس یہی کافی

الٰہی عاقبت بالخیر ہو اس نجم چشتی کی
کر بخشش واسطے اس کے فقط اللہ تو ہی کافی

شجرہ شریف سہروردیہ

شکر ہے ہر دم خدا کا ہے شفیع میرا نبیؐ — اور علی و حسن بصری عبدالواحد زید بھی
پھر فضیل اور شاہ ابراہیم ادہم بادشاہ — اور شفیق اور شیخ حاتم بوتراب بخش جی
بو محمد جعفر و عباس ہیں محبوب حق — اور اخی فرخ زنجانی بھی ہیں میرے بیلی
خواجہ عبداللہ خفیف ہیں اور محمد عمویہ — اور وحید الدین ضیاء الدین نجیب حق کے ولی
اور شہاب الدین بہاء الدین صدر الدین پھر — شیخ رکن الدین مخدوم جہانیاں بھی
شیخ صدر الدین راجو قاضی علم الدین پھر — شیخ قاذن اور محمود عرف حسن راجن و ہی
شیخ حسن شیخ محمد شیخ یحییٰ قطب وقت — اور کلیم اللہ نظام الدین فخر مولوی

خواجہ نور محمد شہ سلیماں رہنما
تجھ کو بخشائیں گے نجم الدین غم مت کر کبھی

شجرۂ شریف چشتیہ

میری عرض ہے تم سے شفیع اُمم میں جس کا ہوں جو سنبھالو جی
کہوں آپ سوا میرا کس کو یہ غم میں جس کا ہوں جو سنبھالو جی

اے سرورِ عالم ختمِ رُسل دے فخرِ دو عالم مظہرِ کل
تم عینِ وجوب ہو ذاتِ قدم میں جس کا ہوں جو سنبھالو جی

اے حیدر اسد اللہ علی محرمِ اسرار خفی و جلی
اے صاحبِ درجۂ فقر اتم میں جس کا ہوں جو سنبھالو جی

اے خواجہ حسن بصری کے ولی وے عبدالواحد زید الجی
لو جلد خبر اے فضیل ادہم میں جس کا ہوں جو سنبھالو جی

تم خواجہ حذیفہ مرعشی ہو اور خواجہ ہبیرہ بصری ہو جو
ممشاد ہے تم کو خدا کی قسم میں جس کا ہوں جو سنبھالو جی

اے خواجہ ابو اسحاق ولی دے خواجہ ابو احمد چشتی
بو محمد چشتی کرو جی کرم میں جس کا ہوں جو سنبھالو جی

اے خواجہ ابو یوسف چشتی وے قطب الدین مودودولی
اے شریف عثماں کر دور الم میں جس کا ہوں جو سنبھالو جی

کہو خواجہ معین سے جاکے کوئی خواجہ قطب فرید نظام سے بھی
اے نصیر کمال سراج علم میں جس کا ہوں جو سنبھالو جی

محمود جمال حسن خشنود وے شیخ محمد یحییٰ تو
رکھو میری کلیم نظام شرم میں جس کا ہوں جو سنبھالو جی

کہو فخر سے جاکے سلام میرا خواجہ نور سے اتنا پیام میرا
اب وقت ہے کیجئے مجھ پہ کرم میں جس کا ہوں جو سنبھالو جی

کہو خواجہ سلیماں سے جاکے کوئی کرو غور میری جو ہوئی سو ہوئی
نہیں کام سے جاتا ہے تیر انجم میں جس کا ہوں جو سنبھالو جی

رکھو لاج میری اے خدا کے ولی یہی عرض میری ہے تم سے بھلی
نہیں نکلے ہے سارا یہ میرا بھرم میں جس کا ہوں جو سنبھالو جی

بابُ الیا

غزل

جب تلک تجھ میں خیال غیر ہے ۔۔۔ بت کدہ ہے تو سراپا دیر ہے
جب کیا اس نقطۂ ہستی کو دور ۔۔۔ عین میں اور غین میں کیا پھیر ہے
تو ذرا چشم حقیقت سے یہ دیکھ ۔۔۔ اس مظاہر میں عجائب سیر ہے
آشیاں سے اپنے تو غافل نہ ہو ۔۔۔ تو تو اس قدسی مکاں کا طیر ہے

اے نجم لاہوت ہے ناسوت ہے
تو تو آیا اب برائے سیر ہے

غزل

مجھکو صبر نہیں ہے بن دیکھے بس درس کے ۔۔۔ مرتا ہوں رات دن میں تجھ بن ترس ترس کے
تڑپوں ہوں رات دن میں تیرے جمال کارن ۔۔۔ آنکھیں بھی تھک رہی ہیں ہر دم برس برس کے
کیا خوب خوش جگہ ہے یارو شہر مدینہ ۔۔۔ سینہ میں کھپ رہی ہے آواز اس جرس کے
رہتا ہے ورد میرے صلے علی محمد ۔۔۔ قربان ہو رہونگا مکھڑے پہ اس برس کے

اے نجم میں ہوں گا جاروب کش انھوں کا
زنگار دور ہوں گے دل سے ہوا و ہوس کے

غزل

توبتادے مجھکو اے ساقیا کیا بلا کی تری شراب ہے، جسے پیتے ہی مرے دلربا مری ہستی ساری خراب ہے،

نہ تو تن کی اپنے ہے سدھ مجھے نہ وجود غیر کا ہوش کچھ نظر آتا ہے مری چشم میں یہ جہاں مثلِ حباب ہے،

نہیں چین مجھ کو ہے ایک پل پھروں مثلِ خانہ بدوش ہوں یہ مزا دیا ترے عشق نے کہ غریب بے۔خور و خواب ہے،

میں ہوں عشق میں ترے مبتلا تو کرے ہے بے پروائیاں ترے غم کی آگ سے دل مرا ہوا جل کے مثلِ کباب ہے،

ترے در پہ لوٹوں ہوں ورد شب ہے وصل اے مرے ماہ رو ذرا مکھڑا اپنا دکھا مجھے اے صنم یہ کارِ ثواب ہے،

رہے پاس میرے تو ہر گھڑی رکھے منہ پہ اپنے نقاب کیوں یہی ظلم ہے یہی جور ہے یہی سخت مجھ پہ عذاب ہے،

نہ نقاب مکھ پہ ہے یار کے نہ وہ دور ہم سے ہے دلربا
ذرا سوچ دل میں اے نجم دین کہ تو آپ اپنا جمال ہے

غزل

یہ دل خواہاں جمال یار کا ہے — یہ زخمی آبروئے خمدار کا ہے
صنم کا نام لیتا ہے شب و روز — وظیفہ اس دل بیمار کا ہے

تماشے کو کہاں جاتا ہے اے دل
تو قیدی کا کل بلدار کا ہے

غزل

تیرا جمال دیکھنے آیا ہوں دور سے — تیری نگاہ کے تیر کو کھایا ہوں دور سے
ہاں قتل کے لئے مجھے ڈالا ہے قید میں — تیرے عشق راز سے پایا ہوں دور سے
صد ہا - اگرچہ قیدی اس بند زلف میں — میں بھی تو خود کو آن پھنسایا ہوں دور سے
اے نور چشم دیکھ تو مجھ خستہ حال کو — دکھ اپنا آ کے تجھ کو سنایا ہوں دور سے

قربان کرنے یار کے چہرہ پہ نجم الدین
اب میں بھی اپنی جان کو لایا ہوں دور سے

غزل

سوا اس کے دل میں نہ کچھ آرزو ہے　　یہی ہے طلب اور یہی جستجو ہے
بندھا مجھکو ایسا ہے ان کا تصور　　کہ ہر دم وہ مہتاب میرے روبرو ہے
ہے نام اس کا ورد زباں میرے ہر دم　　وہ ہی تذکرہ ہے وہ ہی گفتگو ہے
سمایا ہے نظروں میں آکر وہ ایسا　　جدھر دیکھتا ہوں وہ ہی ہو بہو ہے

رہے کس لئے نجم دیں مضطرب تو
سلیمانؒ تیرا ہے اور اس کا تو ہے

غزل

یا معین الدین ملا دے مجھکو میرے یار سے　　میں یہی امید مانگو ہوں تیرے دربار سے
دین و دنیا کی تو میں کچھ آرزو رکھتا نہیں　　ہے یہی بس آرزو مل لوں بت عیار سے
کوئی طالب ہے خدا کا کوئی شیدائے رسولؐ　　میں تو ایک گھائل پھروں اس ابروئے خمدار سے
زخم کی میرے اگر ہے تو دوا کچھ دیجئے　　تا بہم ہو زخم میرا یار کے دیدار سے
بت پرستی میں مجھے مشہور کرتا ہے جہاں　　میں بھی ہاں ہاں ہی کروں حاصل نہ کچھ انکار سے
یاد میں اس یار کے رہتا ہوں ہر لیل و نہار　　رگ میری کمتر نہیں ہے رشتۂ زنار سے

نجم کا کعبہ و قبلہ تو سلیماں پیر ہیں
دل میرا مسرور رہتا ہے انہیں کے پیار سے

غزل

یہ ہر صورت میں جلوہ یار کا ہے — کرشمہ اس بت عیار کا ہے
کہیں بیٹھا ہے ہو شیخ و برہمن — بہانہ تسبیح و زنار کا ہے
کہیں ظاہر ہوا رندوں میں آ کے — دلیواز چنگ کے اور مزمار کا ہے
کبھی گھر سے نکل ہو کر خریدار — وہ عازم کوچہ و بازار کا ہے
کہیں بولا انا احمد بلا میم — بہانہ سید سالار کا ہے
کہیں منصور ہو بولا انا الحق — سبب پھر اس کو خود ہی دار کا ہے
کبھی بن کر سلیماں آپ آیا — وہ ہادی راہبر سنسار کا ہے
کبھی ظاہر بہ شانِ نجم ٹھہرا — غلام اس مالک مختار کا ہے

غزل

عزیزو وہ میرا دلبر کہاں ہے — کہ جس کے عشق میں شیدا جہاں ہے
پھروں ہوں شوق میں جس کے دیوانہ — پتا ہے اور نہ اس کا نشاں ہے
طبیبو عشق کو کوئی بلا دو — یہ بیمار اس کا یارو نیم جاں ہے
تڑپتا کیوں ہے اے دل میں بتا دوں — تیرا محبوب جاں رہتا جہاں ہے
کہیں ہیں ملک سنگھو نجم اس کو
سکونت گاہ دلبر وہ مکاں ہے

غزل

عزیزو وہ میرا قاتل کہاں — کہ جس کی تیغ سے بسمل جہاں ہے
گیا کس طرف وہ مجروح کر کے — ستمگر سخت دل ابرو کماں ہے
اسی کے عشق نے دل چیر ڈالا — عجب تیز اس کے مژگاں کا سناں ہے
غم ہجراں سے دل گبھرا رہا ہے — ہے اشک آنکھوں میں اور لب پہ فغاں ہے
جدا اس بت سے ہوں ظاہر میں لیکن — یہ تن یاں ہے تو دل میرا وہاں ہے
چلا چل نجم تو اس یار کے دیس
تیرے محبوب کا سنگھو مکاں ہے

غزل

واہ اے عشق عجب رنگ دکھایا تو نے
گاہ خنداں کیا اور گاہ رلایا تو نے

آبلے پڑ گئے پیروں میں جہاں گردی سے
آفریں بادِ جنوں خوب پھرایا تو نے

مے کے پیتے ہی مرے اڑ گئے سب ہوش و حواس
ساقیا کیسا مجھے جام پلایا تو نے

دیر سے منتظرِ دید ہوں اے پردہ نشیں
اپنا دیدار مجھے پر نہ دکھایا تو نے

عہد تھا مجھ سے کہ میں خود ہی بلاؤں گا تجھے
آہ اے عہد شکن پر نہ بلایا تو نے

واہ شاباش دلا تو نے رہِ عشق میں آ
ملک سنگھڑ کے تئیں کعبہ بنایا تو نے

نجم قرباں نہ ہو تم یہ بھلا کیوں اے شیخ
زاغ سے مجھ کو ہما پل میں بنایا تو نے

غزل

اے سہی سروِ گلستانِ نبیاں مددے
غوثِ دوراں مددے ختم ولیاں مددے

واقفِ رازِ جلی محرمِ اسرارِ خفی
نائبِ ہند ولی مظہرِ رحماں مددے

فخرِ دیں نورِ محمدؐ کے گلستاں کے گل
یعنی اے شاہ سنگھڑ خواجہ سلیماںؒ مددے

تم سے کچھ اور نہیں چاہتا بجز آبِ وصال
لبِ جاناں مددے چاہِ زنخداں مددے

نجم بے تاب جدائی سے ہے منہ اپنا تو دکھا
اے مرے قبلۂ دیں کعبۂ ایماں مددے

غزل

آجا رے صنم بن تیرے دیدار کے دیکھے — بیمار ہوں بن نرگس بیمار کے دیکھے
اٹھ جاؤ طبیبو میرے نزدیک سے تم تو — واقف نہ ہوئے مرض سے سو بار کے دیکھے
اے دوستو تم بھی کہو کچھ سوچ کے دل سے — ہو کس طرح جیتا میرا بن یار کے دیکھے
کیا دارو کرے گا مرے آزار کی ناداں — اچھا نہ ہوؤں میں کبھی بن یار کے دیکھے

تم کو نہیں حاصل ہووے ہرگز ہی رقیبو
جو جو مزے اس نجم نے اس پیار کے دیکھے

غزل

کیا زمانہ تھا وصال یار یار رو ہائے ہائے — اب جدائی سے پڑے تم ہائے مارو ہائے ہائے
یاد کرکے لعل لب اور یار کے بوس و کنار — با تاسف چشم تم اب اشک ڈارو ہائے ہائے
گر کہیں تم دیکھ پاؤ خاک راہ یار کو — عاشقو اس کو اٹھا کے سر مہ سارو ہائے ہائے
کیا کہیں بھی موت نے آکر کے گھیرا قاصدو — وہ چلا جاتا ہے اب تم تو پکارو ہائے ہائے

کیوں ہراساں ہو رہا ہے نجم ہجر یار سے
آس رکھو ملنے کی گھر کو لو ہارو ہائے ہائے

غزل

وصل جاناں کی نہ بن آئی کوئی تدبیر مجھے
روز شب ہجر نے اس کے کیا دلگیر مجھے

ایک دم گرچہ نہ چاہتا ہوں جدائی ان سے
کھینچ لائی ہے مگر اس جگہ تقدیر مجھے

اے مصوّر کروں اس جان کو قرباں تجھ پر
لکھ دکھاوے جو میرے یار کی تصویر مجھے

لا سنگھا مجھ کو تو اے باد صبا بوئے صنم
تجھ سوا کوئی نہ دکھتا ہے خبر گیر مجھے

دردِ دل گرچہ چھپاتا ہوں بہت کچھ یارو
فاش کرتا ہے مگر چشموں کا آب تیر مجھے

کیا عجب نقش لکھا ہے میرے اس سینہ پر
کس مصوّر کی نظر آتی ہے تحریر مجھے

یارؔ تو محفل جاناں میں ملا مجھ کو مجسم
خواب دیکھا مگر آئی نہیں تعبیر مجھے

غزل

ہلال ابروے جاناں کا تصوّر جھ میں آتا ہے
وگر نہ دیکھنا تیرا تو کس کافر کو بھاتا ہے

تصوّر یار کا دل پر ہمارے ہے ہر اک ساعت
شراب بیخودی ہر دم ہمیں ساقی پلاتا ہے

نظر اپنی ارے یارو وہ ڈالے غیر پہ کیونکر
کہ جس کی آنکھ میں آکر جمال انکا سماتا ہے

گئے ہیں ہوش مدت سے نہیں بس میں ہے دل میرا
نصیحت کر ہمیں اے مدعی ناحق جلاتا ہے

اگر یہ درد دل میرا کوئی دیکھے تو جب دیکھو
مجھے قوال جبکہ عشق کی غزلیں سناتا ہے

متاع وصل جاناں بس یہی ہے یارؔ دیں تجھکو
کہ اپنے آپ کو پہچان کیا آتا ہے جاتا ہے

غزل

ناصح تو نصیحت کرے مجھکو سو بجا ہے
پر زہد و ورع رندوں میں مستوں میں کجا ہے

مغرور عبادت پہ نہ ہو اپنے تو زاہد
بخشے گا ہمیں وہ ہی ہمیں جس کی رضا ہے

بے درد سے کیا پوچھتے ہو درد کی باتیں
پوچھو دل پر درد سے دل کس طرح جلا ہے

ہاں کہنے کو عاشق تو بہت جگمیں کھاویں
سچا وہی عاشق ہے کہ جن خود کو تجا ہے

ہے عشق مجازی میں بھی کچھ رمز حقیقت
کر دیکھ ذرا چکھ تو سہی کیسا مزہ ہے

محبوب ہو اور سے بھی پھر جائے ہو خلوت
پھر واں تو آہا ہا جی عجب رنگ رچا ہے

گل رو کی محبت سے نہ باز آؤں گا ہرگز
واللہ اسی واسطے یہ پیدا ہوا ہے

کیا خوف دلاتا ہے مجھے واعظ ہر دم
ہوگا وہی جو میرے مقدر میں لکھا ہے

یہ بت یہ سبھی ذات مقدس کے مظاہر
لے رنجستم تو عاشق ہو ان کا تو بجا ہے

غزل

دل جلانا اے صنم تجھ کو نہ ہرگز چاہیے — جی تڑپتا ہے شتابی اب یہاں بھی آئیے
دیر سے ہوں منتظر آنے کا تیرے اے صنم — آئیے کیجیے کرم تشریف مجھ پالائیے
عیش و عشرت ہے کہاں اب عاشقوں کو دوستو! — چین راحت کی جگہ بس درد و غم کو کھائیے
واعظا مجھکو نصیحت کیوں کرے ہے سنگ دل — تو نہ جانے درد دل کو کہہ چکے اب جائیے
زندہ کو مردہ کرے اپنی نگاہ لطف سے
دلربائی کو نجم محبوب ایسا چاہیے

غزل

تیرے ملنے کی صنم دل میں ہمارے چاہ ہے — تو تو ہے بے پرواہ ہے لیکن ہم کو تیری پرواہ ہے
تو اُڑاتا ہے رقیبوں سے مزے اے سنگ دل — کب سے تکتا ہے بیچارہ دل تیری راہ ہے
واعظا کس واسطے روکے ہے جانے سے وہاں — کوچہ جاناں یقیناً میرا عزو جاہ ہے
دل چرائے جاتا ہے مجھ پاس سے دلبر کہاں — جا چلا جا اے ستمگر میرا بھی اللہ ہے
نجم گبھراتا ہے کیوں اس گردش دوراں سے
واسطے تسکین کے تیرے سلیماں شاہ ہے

غزل

یار دہم ان دنوں یں اوسان کھوکے بیٹھے — گل رُخ کے چہرہ اوپر قربان ہو کے بیٹھے
جب سے کیا ہے ہم نے اس بت کو جاکے سجدہ — اس دن سے اس پہ اپنا ایمان کھوکے بیٹھے
عاشق کو تاب اے دل اس وقت ہوئے کیسے — جب کھ کا کھول گھونگھٹ خوش آن ہو کے بیٹھے
سنتے ہیں جبکہ اس سے ناز و ادا کی باتیں — ہستی سے اپنے ہم تو دامان دھوکے بیٹھے

دشمن کی بے رخی سے اے نجم مجھکو کیا غم
جب تخت دل پہ حضرت سلیمان ہوکے بیٹھے

غزل

دلبر جمال اپنا دکھا جا خدا لئے — نینوں سے اپنی نین ملا جا خدا لئے
آئی ہے لب پر جان میری درد ہجر سے — ساقی شراب وصل پلا جا خدا لئے
پہنچی ہے زہد خشک سے خشکی دماغ میں — وہ روغن دماغ دلا جا خدا لئے
حاصل نہیں ہے رتبہ غلامی کا اب ملک — تیرا غلام جگ میں کہا جا خدا لئے

چاہتا ہے درد کی تیرے اے نجم گر دوا
سنگھر کی طرف اب تو چلا جا خدا لئے

غزل

آج ہم رندوں سے وہ ساقی بہت مسرور ہے — کر رہا جو مے سے ہر جام و سبو معمور ہے
کل تو سب جام و صراحی مے میں ہی مستور تھے — آج ہر جام و صراحی میں وہ مے مستور ہے
ایک دن وہ تھا کہ میں سینہ کا تیری راز تھا — آج سینہ کا تو میرے راز ہے اور نور ہے
ہے ہر اک ذرّے میں اس کے نور ہی کی روشنی — کون کہتا ہے کہ ان ذروں سے وہ دور ہے
ہے عجب یہ ماجرہ مشکل نہیں کہنے کی بات — رات روشن چھپ گئی اس دن میں جو دیجور ہے
وہ تجلی حق کی موسیٰ پر نہیں ہے ختم کچھ — دیکھنے والا نہیں ورنہ ہر ایک جا طور ہے

وہ رگ گردن سے بھی نزدیک ہے اے نجم الدین
کس لئے پھر آپ کو تو جانتا مہجور ہے

غزل

میری گلی تو آرے محبوب مرے دل ربا رے — اپنا درس دکھا کے دل کی تپش بجھا رے
اس عشق کی کٹاری دل میں لگی ہے کاری — زخمی ہوا ہوں بھاری مرہم ذرا لگا رے
پردہ کیا جو تو نے اپنا دکھا کے جلوہ — بیکل کھڑے ہیں ہم تو ایک بار پھر دکھا رے
جب سے سنی ہے ہم نے بنسی تمہاری پیارے — بیہوش ہم پھرے ہیں ایک بار پھر سنا رے

یہ نجم دیس بیچارہ ہے عشق کا یہ مارا
اس کو تو رکھ نہ نیارا اب تو گلے لگا رے

غزل

اے یار تیرا یاں تک آجانا ہی بہتر ہے — دیدار تیرا ہم کو دکھلانا ہی بہتر ہے
اب تیغ جدائی سے گھائل نہ کرو مجھکو — اس دکھ کے اُٹھانے سے مرجانا ہی بہتر ہے
تو قتل نہ کر پیارے مجھ کشتۂ ہجراں کو — زخمی کی تیرے پرسش کر جانا ہی بہتر ہے
بیداری میں گر تجھکو سو عذر بہانہ ہو — بس خواب میں ہی ہم سے مل جانا ہی بہتر ہے
وہ یار نہ آیا تو چل تو ہی نجم سگھڑ
سب چھوڑ بکھیڑے کو واں جانا ہی بہتر ہے

غزل

یہ جو داڑھی میں میرے بال سفید آیا ہے — بے شبہ مجھکو یہ پیغام اجل لایا ہے
ہائے جاؤں گا تو کیا منہ اسے دکھلاؤں گا — کچھ عمل نیک نہیں مجھ سے تو بن آیا ہے
یاں تو چھپ چھپ کے جہاں نہیج گناہ کرتا ہے — دیکھ واں نامہ اعمال کو شرمایا ہے
کچھ عمل نیک نہیں پاس وے ایک یہ ہے — سگِ دربار سلیمانؑ کا کہلایا ہے
فضل سے اس کے ائے نجم ہو نا نا امید
جس نے لاتقنطو قرآں میں فرمایا ہے

غزل

رات دن تیرا ہی دل میں دھیان ہے — وصل کا تیرے مجھے ارمان ہے
سر نہ پھیروں آئے تجھ پاس میں — جب تلک اس تن میں میری جان ہے
حاجی تو جاتے ہیں مکہ کی طرف — میری منزل سنگھڑ و ملتان ہے
حجرا سود جس کو کہتے ہیں سبھی — وہ قدم تیرا اعظم الشان ہے
ڈال کر پھندے میں اپنے عشق کے — پھر نہ پوچھا مر گیا یا جان ہے

کیوں نہ ہوا ے تجسم وہ قلب سلیم
جس کا رہبر وہ سلیماں خان ہے

غزل

اگر یک شب میرا مہمان تو گلفام ہو جاوے — تو تیرے لطف اور احساں کا شہرہ عام ہو جاوے
مریض عشق ہوں جاناں ذرا احسان کر مجھ پر — کہ اس آزار ہجراں سے مجھے آرام ہو جاوے
خدایا شکر کا ہر دم کروں سو بار میں سجدہ — اگر خود وہ بت خود کیش میرا رام ہو جاوے
وصال یار تک یار و نہ پہونچے گا کوئی ہرگز — مگر وہ ہی کہ اپنے سے کوئی گمنام ہو جاوے
صنم کے واسطے یارو پھروں ہوں دربدر شاید — کسی کوچہ گلی اندر میں اسکی شام ہو جاوے
وہ مجنوں بھی بصد افسوس ہاتھوں کو ملے اپنے — اگر دیوانہ پن میرے کا بھی اعلام ہو جاوے

شراب ارغوانی سے پلا دے یک قدح ساقی
بلا سے یہ تمہارے گر تجسم بدنام ہو جاوے

غزل

تیری ترچھی نگہ قاتل عجب تاثیر رکھتی ہے — کروں کیا وصف میں اس کا جو یہ بے پیر رکھتی ہے

تماشے کو تمہارے رخ کے جو آتا ہے یہاں چل کر — پھنسا اس کو تمہارے زلف کی زنجیر رکھتی ہے

نہیں حاجت ہے خنجر کی ہمارے قتل کو ظالم — کہ یہ ابرو تمہاری خصلتِ شمشیر رکھتی ہے

کوئی باقی ہے دم میکدے وحدت پلا مجھکو — جب آتی ہے اجل یک پل نہیں تاخیر رکھتی ہے

تحیر میں ہوں اے صیاد کیا یہ دام ہے تیری — کہ صدہا کوس سے لاکر پھنسا عاشق کو رکھتی ہے

الٰہی درد میرے کی دوا اس کی لقا ہے گی — کہ میری آنکھیں جس کی کھینچ کر تصویر رکھتی ہے

شتابی لا صبا جاکر تو بوئے پیرہن جاناں — جدائی یار کی دل کو ہمارے چیر رکھتی ہے

جدائی یار کی ہم کو گوارہ ہی نہیں لیکن — قدم تقدیر کے آگے نہیں تدبیر رکھتی ہے

فراق یار کا مجھکو بہت غم نجم ہے لیکن
یہ لا پرواہیت اس کی مجھے دلگیر رکھتی ہے

غزل

ہے وصل خدا مجھکو خوباں کے نظارے سے — دل لے گئے ہیں میرا چشموں کے اشارے سے

کیا خوب گزرتی ہے اس دل کو میرے لذت — جس وقت نکلتے ہیں وہ اپنے چوبارے سے

ناحق نہ ستا مجھ کو اے مدعیٔ ناداں — جلتا ہے میرا دل اب اس واعظ تمہارے سے

میں عشق کا بندہ ہوں اور عشق میرا مذہب — کچھ کام نہیں مجھ کو تبلیغ و بخارے سے

دریائے محبت سے یہ موج ہے وحدت کی
تکرار نہ کر ہرگز اس نجم بچارے سے

غزل

آج تو دل کو بیقراری ہے	کیا سبب یہ جو اضطراری ہے
کچھ خبر یار کی کہیں سن لی	اس لئے کر رہا یہ زاری ہے
یار آئے بھلا ہمارے پاس	ایسی قسمت کہاں ہماری ہے
عشق کا تیر اے بت رعنا	لگ گیا دل پہ زخم کاری ہے

نجم شوریدہ حال دن اور رات
کر رہا آرزو تمہاری ہے

غزل

یہی بہتر ہے کہ تو ہم سے نہ روپوش رہے	بر ملا مکھ کو دکھا گو نہ ہمیں ہوش رہے
لن ترانی کا ملے آپ سے جب تک نہ جواب	ربّ ارنی سے زباں میری نہ خاموش رہے
عشرت امروز کو اے دوست تو فردا پہ نہ ڈال	یہ نہیں ہے کہ جو درغفلت خرگوش رہے
زاہدا تجھکو مبارک ہو تیرے حور و قصور	طالب دوست ہوں اس طلب میں پاپوش رہے

ساقیا ایسا پلا مجھکو مئے وصل کا جام
کہ ابد تک یہ نجم نشہ میں مدہوش رہے

غزل

جگر میں درد ہے اور دل میں بیقراری ہے
دلا بتا تو مجھے کیوں یہ اضطراری ہے

اُٹھے ہے پہلو میں کیوں درد آپکے صاحب
در رنگ زرد ہے چہرہ کا اشک جاری ہے

نہ بھوک ہے مجھے نہ خواب چشم میں میرے
فغاں ہے نالا ہے گریہ ہے آہ و زاری ہے

وہ کون ہے تیرا معشوق نام کیا اس کا
کہ جس کے ہاتھ سے کھایا یہ زخم کاری ہے

اے نجم شاہ سُلیماں ہے نام اس بت کا
کہ جس کے عشق کی دل میں لگی کٹاری ہے

غزل

دل چھین لیا میرا اس چہرہ نوری نے
بے صبر کیا مجھکو اس چشمۂ کافوری نے

جس دن سے میں دیکھا ہے اس چہرۂ جاناں کو
یک بار کری رخصت مجھ دل سے صبوری نے

پھرتا ہوں بیاباں میں آرام نہیں اک پل
لاچار کیا مجھ کو دلدار کی ۔۔ دوری نے

تقدیر کو کیا کہیے یاروں میں جدائی کی
کس ہجر میں ڈالا ہے اس کار ضروری نے

جاں آ ہی گئی لب پہ فرقت سے تیرے ہمدم
اب جلوہ کیا مجھ سے آزار قبوری نے

کیا جلوہ الٰہی کا اس حسن میں کچھ کم ہے
بے خود کیا اگر موسیٰ یک جلوہ طوری نے

اے نجم پہنچ جلدی تو تمنت سُلیماں تک
لاکھوں ہی نوازے ہیں اس بت کی حضوری نے

غزل

چین پڑتا ہی نہیں ہائے کسی طور مجھے — اے فلک کیسا دکھاتا ہے تو یہ دَور مجھے
نظر ہر فرد میں اب ہو گیا بالکل میں حقیر — تس پہ بھی اور دکھاتے ہیں جفا جور مجھے
وطن مالوفہ مجھے دے چکا اب سخت جواب — کبھی کشمیر سُجھاتا کبھی لاہور مجھے
اے سُلیمان مدد نجم کی کیجئے جلدی
کوئی رکھتا ہی نہیں آپ سوا اور مجھے

غزل

الٰہی وہ گل رو ملا دے مجھے — میرے دل کی آتش کہ جس سے بجھے
اشاروں سے چشموں کے اے خوب رو — کہ دل لینا کس نے سکھایا تجھے
تعجب ہے یارو کہوں کیا میں بات — شب و روز مجھ کو وہی دھُن مجھے
کہ جب چشم نوری کو دیکھے نجم
اسی وقت زخم اس کا اے دل بھرے

غزل

اے ذاتِ احد گرچہ تو بےچوں و بےچگوں ہے ۔۔۔ اور مرتبۂ تنزیہ میں بےشبہ نموں ہے
پس عالمِ تشبیہ میں جب تو ہوا نازل ۔۔۔ ہر بھیس میں ہر شکل میں ہر شان میں توں ہے
معبود تو تو ہے ولی عابد بھی تو ہی ہے ۔۔۔ دو جاننا موجود بڑا شرک زبوں ہے
ہاں تھا بھی تو ہی ہے بھی تو ہی ہوگا بھی تو ہی ۔۔۔ لولاک لما کان تیری شان میں یوں ہے

ہے تیرے سوا کون بتا شاہد و مشہود
مجبوب بھلا آپ سے اے نجم تو کیوں ہے

غزل

پہن کر خود لباس عبدیت وہ آپ آیا ہے ۔۔۔ وہی معبود ہو کے آپ اپنے کو پوجایا ہے
کبھی ہو مست سبحانی انا الحق کا کرے دعویٰ ۔۔۔ کبھی مشتاق ہو کے رب ارنی کو ستایا ہے
کہیں وہ شربتِ رندی ہوا مخمور ہے پی کے ۔۔۔ کہیں خلوت نشیں ہو کر بغل میں سر چھپایا ہے
جو طاقت تھی نہیں عاشق کو اس رخ دیکھ لینے کی ۔۔۔ تو اپنا جلوہ ان شکل بتاں اندر دکھایا ہے
نہیں مقصود حاصل ہو تصور سے فنا ہو جا ۔۔۔ وہی مقصد کو پہنچا جس نے اپنے کو بھلایا ہے
نکل قید تعین سے جوں نکلے سانپ کینچلی سے ۔۔۔ عجب اسرار حق کا بھید کو پیر نے بتایا ہے
جو دیکھا آپ کو گم کر نہیں ہوں میں وہی ہے یہ ۔۔۔ تو بس مجھ دل کو ایک تسکین در آرام آیا ہے

خودی کو دور کر خود ہو یہی مقصود اصلی ہے
نجم کو رازِ پنہانی سلیمان نے بتایا ہے

غزل

ابو بکرؓ و عمرؓ عثمانؓ علیؓ سے پیار جس کا ہے — یہ سچ جانو کہ جنت میں مکاں تیار اسکا ہے

جو ان چاروں میں اک سے بھی ذرا دل میں عداوت ہو — مقرر دو جہاں میں دل ذلیل و خوار اس کا ہے

رکھے جو دوستی ان سے کوئی مقبول اللہ کا — قسم اللہ کی یارو کہ بیڑا پار اس کا ہے

کوئی جائے مدینہ کو تو حضرت سے مرے یارو — یہ کہہ دینا تمہارے در کی بن دل زار اسکا ہے

دوا چاہتا ہے درس کی تمہارے یار سول اللہ — یہ کہنا چار یاروں سے کہ دل بیمار اسکا ہے

مروں اور میں جیوں جب تک رہوں سرشار الفت — نبی اور چار یاروں سے یہی اقرار اس کا ہے

کروں گھر بار جان و مال سب قربان میں ان کے — یہی دن رات صبح و شام میں تکرار اسکا ہے

یہی رستہ محبت کا بتایا نجم الدین کو ہے
سلیماںؒ شاہ نے جو مرشد ابرار اس کا ہے

غزل

اے ذاتِ احد تیرا ہی جلوہ عیاں ہے — ہے تیری قسم تو ہی تو پیدا و نہاں ہے

ہے تیری ہی ہستی سے یہ جو کچھ کہ ہے موجود — نابود ہے ورنہ یہ جو ہستی کا نشاں ہے

امکان کی ہستی کا تجسس کیا ہر چند — نے کھوج ہے اس کا نہ پتہ ہے نہ نشاں ہے

ہر پردہ میں ہے پردگی تیرے ہی خدایا — عاشق ہے کہیں اور کہیں معشوق عیاں ہے

ہر شان و تعین سے وہ خود آیا ہے مطلق
واجب جسے کہتے ہیں تو اے نجم کہاں ہے

غزل

عشق کا داغ لگا دل پہ میرے بچپن سے — کون اب اس کو بھلا دور کرے بچپن سے
نہ تو دل عشق سے بیزار، ہو نہ یار ملے — ہائے کس سخت بلا بیچ پڑے بچپن سے
میں یہ سمجھا تھا کہ کچھ عشق میں راحت ہوگی — اس ہی دھوکے میں میاں ہم تو مرے بچپن سے
دوست کے جاتے ہی افسوس کہ یہ غم کا ہرن — میری راحت کی زراعت کو چرے بچپن سے
نجم نے پہلے ہی اس خواجہ سلیماں کے نذر
دین و ایمان دل و جان کرے بچپن سے

غزل

گر وصل خدا چاہے تو ہستی کو مٹا دے — تو الفت غیر اپنے تئیں دل سے بھلا دے
ٹک ہوش تو کر تجھ سے وہ کب دور ہے پیارا — تو جانب دل سر کو ذرا اپنے جھکا دے
سب چھوڑ بکھیڑا ہو طلب گار اسی کا — جو خواہش دنیا ہے اسے دل سے بھلا دے
گو راہِ محبت میں ہے تکلیف سراسر — یہ درد دوامی تیرے مقصد کو ملا دے
اس برف میں جز آپ کے کچھ اور نہیں شئے — یہ تابشِ خورشید وہ لے آپ بنا دے
اے نجم تصور بھی تو رکھ دل میں فنا کا
قطرہ کی طرح آپ کو دریا میں بہا دے

غزل

میں نے آپ اپنے کو پایا ہے یہ تو میں نہیں ہوں یہ تو ہی ہے
یہ تو تو نے جلوہ دکھایا ہے یہ تو میں نہیں ہوں یہ تو ہی ہے

کہیں ذات بحت سے ہے بیچگوں کہیں جلوہ گر ہے بشان چوں
کہیں نور ہے کہیں سایہ ہے، یہ تو میں نہیں ہوں یہ تو ہی ہے

تیرے بحرِ وحدتِ بیکراں کی طرح طرح کی یہ موج ہیں
سو اسی نے جوش یہ کھایا ہے، یہ تو میں نہیں ہوں یہ تو ہی ہے

کہیں ہو کے صوفی تو راگ میں کرے رقص حالتِ وجد میں
کہیں شان منکری لایا ہے، یہ تو میں نہیں ہوں یہ تو ہی ہے

کہیں ڈھول کی ہے ستار ہے، کہیں چنگ اور رباب ہے
کہیں ہو، قوال تو گایا ہے، یہ تو میں نہیں ہوں یہ تو ہی ہے

بوجود ایں ہمہ گفتگو کہ تو ہی تو ہی ہے پر آپ کو
تو نے کیسی جائے چھپایا ہے، یہ تو میں نہیں ہوں یہ تو ہی ہے

میں ہوں قربان دل سے اے نجم الدین شہہ خواجہ تو نذر یشان پر
مجھے جس نے بھید بتایا ہے، یہ تو میں نہیں ہوں یہ تو ہی ہے

تو بتا دے مجھکو اے ساقیا کیا بلا کی تیری شراب ہے
جسے پیتے ہی ہوئی بزم میں میری ستی ساری خراب ہے

نہ تو تن کی اپنے ہے سُدھ مجھے نہ وجود غیر کا ہوش کچھ
نظر آتا ہے میری چشم میں یہ جہان مثلِ حباب ہے

نہیں چین ہے مجھے ایک پل میں پھروں ہوں خانہ بدوش اب
یہ مزہ دیا تیرے عشق نے کہ عزیز بے خور و خواب ہے

میں ہوں عشق میں تیرے مبتلا تو کرے ہے مجھ سے ہی بے رخی
اسی غم کی آگ میں دل میرا ہوا جل کے مثل کباب ہے

تیرے در پہ لوٹوں ہوں روز و شب پئے وصل اے میرے ماہ رو
ذرا مکھڑا اپنا دیکھائیے کہ صنم یہ کار ثواب ہے

رہے پاس میرے تو ہر گھڑی رکھے اپنے منہ پہ نقاب کیوں
یہی ظلم ہے یہی جور ہے یہی سخت مجھ پہ عذاب ہے

نہ نقاب مکھ پہ ہے یار کے نہ وہ دور ہم سے ہے دل نشیں
ذرا سوچ دل میں تو نجم الدین کہ تو آپ اپنا حجاب ہے

شجرۂ قادریہ

بخش دے یارب مجھے احمد نبیؐ کے واسطے
پھر علی اور اس حسین ابن علی کے واسطے

رحم کر مجھ پر بحق شاہ زین العابدین
اور امام باقر و جعفر ولی کے واسطے

موسیٰ کاظم علی موسیٰ رضا معروف کرخ
اور سری سقطی جنید و شبلی کے واسطے

عبدالواحد بوالفرح کے واسطے تک کر کرم
شیخ ابوالحسن علی ہنکار جی کے واسطے

میری مشکل حل کرو صدقہ مبارک بوسعید
اور محی الدین قادر جیلنی کے واسطے

وہ ضیاء الدین کہ جو ہیں نجیب شہرورد
اور عمار ابن یاسر اندلسی کے واسطے

شاہ نورالدین علاؤ الدولہ سمنانی قطب
شیخ محمود اور علی ہمدانی جی کے واسطے

خواجہ ابواسحاق جنتلانی جنہیں بولیں تمام
اور محمد نوربخش اپنے صفی کے واسطے

پھر محمد جو علی ہیں نوربخش ہیں دوسرے
اور غیاث نوربخش اس متقی کے واسطے

شیخ حسن اور حضرت شیخ محمد کے طفیل
اور بحق یحیٰ قطب ملانی کے واسطے

اور کلیم اللہ نظام الدین فخر الدین ولی
خواجہ نور محمد مہروی کے واسطے

بخشدے اپنی محبت اور قطع ما سوئی
حضرت خواجہ سلیمان تونسوی کے واسطے

یہ غریب ناتواں بیکس ہے حاجی نجم الدین
رحم کردے اس پر پیران قادریہ کے واسطے

Scanned with CamScanner

شجرۂ چشتیہ

پہلے سب سے ذات پاک کبریا کو عشق ہے
پھر رسول اللہ شہ ہر دوسرا کو عشق ہے

حضرت صدیق اکبر اور شہ عادل عمرؓ
حضرت عثمانؓ علیؓ مشکل کشا کو عشق ہے

حضرت خاتون جنت اور امام حسین پاکؓ
اور تمامی اولیاء و انبیاء کو عشق ہے

چار پیر اہل طریقت ہیں جو سب کے پیشوا
ان سے چودہ خانوادہ فقرا کو عشق ہے

کون ہیں پیر طریقت یعنی وہ حسن و حسین
اور کمیل ابن زیاد اصفیاء کو عشق ہے

ہاں حسن بصری جو تھے پیر اہل طریق
پس انھیں چاروں خلیفہ مرتضیٰ کو عشق ہے

رافضی اور خارجی پر لعنت حق ہو مدام
فرقہ سنت جماعت سنیا کو عشق ہے

دے جو ہیں اہل شریعت چاروں مذہب کے امام
پس انھیں چاروں اماموں باوفا کو عشق ہے

مجھ سے گر پوچھے کوئی کس خانداں میں ہے مرید
کس کا ہے طالب بتا کس رہنما کو عشق ہے

ہم کہیں اس کو ہمارا خانوادہ چشت ہے
اور نظامی اوس گروہ باصفا کو عشق ہے

میں جو عاصی ہوں کہ نجم الدین میرا نام ہے
میرے مرشد شہ سلیماں رہنما کو عشق ہے

خواجہ نور محمدؒ ان کے مرشد ہیں سنو
ان کے مولانائے فخرالدین شا کو عشق ہے

ان کے مرشد ہیں نظام الدین اورنگ آباد میں
شاہ کلیم اللہ اولیا باصفا کو عشق ہے

ان کے ہادی شاہ یحییٰ ہیں مدینہ کے قطب
حضرت شیخ محمدؐ مقتدی کو عشق ہے

شیخ حسن ان کے ہیں مرشد شہ جمن ہیں انکے پیر
خواجۂ محمود راجن مہتدی کو عشق ہے

ان کے والی شاہ علیم الدین ہیں مقبول حق
شہ سراج الدین اس اہل رضا کو عشق ہے

شہ کمال الدین نصیر الدین چراغ دہلوی
اور نظام الدین محبوب خدا کو عشق ہے

ان کے مرشد ہیں فرید الدین شکر گنج و امام
خواجہ قطب الدین قطب الاتقا کو عشق ہے

انکے مرشد حضرت خواجہ معین الدینؒ ہیں
خواجۂ عثمان ہارونی فتا کو عشق ہے

خواجہ حاجی شریف زندنی محبوب حق
خواجہ مودود اس اہل وفا کو عشق ہے

ناصر الدین خواجہ بو یوسف جو ہے انکا لقب
بومحمد چشتی ان کے پیشوا کو عشق ہے

خواجۂ ابدال احمد خواجہ بو اسحاق پیر
خواجۂ ممشاد اس قطب الورا کو عشق ہے

ان کے مرشد ہیں ہبیرہ بصری حذیفہ یدت یحلے
پھر حذیفہ مرعشی اہل لقا کو عشق ہے

شاہ ابراہیم ادہم اور فضیل ابن عیاض
خواجہ عبد الواحد اہل اتقا کو عشق ہے

حضرت خواجہ حسنؒ بصری علیؓ مرتضیٰ
اور رسول اللہ محمدؐ مصطفےٰ کو عشق ہے

نام لے وا سب کا ہے یہ حاجی نجم الدین فقیر
ان سبھی پیران شجرۂ چشتیا کو عشق ہے

غزل

تیغ ابروے تمہاری جو بھی ہیں مارے ہوئے — خواہش دونوں جہاں کی سے وہ ہیں نیارے ہوئے

جادوے غمزۂ جاناں سے دلے ہیں جو خراب — خاک وہ اس عزّت دنیا پہ ہیں ڈارے ہوئے

یار جس جس نے بھی دیکھے جلوے تیرے حسن کے — ہاں وہی پابند تیری زلف کے سارے ہوئے

ہم تو ہاتھوں سے سلیماں شیخ کے اے نجم الدّین
ہیں مثال مرغ بسمل قتل بیچارے ہوئے

قصیدہ

یارسول اللہ کرم فرمائیے ۔۔۔ اپنی صورت ہمکو بھی دکھلائیے
ایک دفعہ تشریف اقدس لائیے ۔۔۔ نور کا جلوہ ذرا ٹھہرائیے
یارسول اللہ کرم فرمائیے

گرچہ تم ساکن ہو اودرادنیٰ مقام ۔۔۔ اور خدا کے پاس رہتے ہو مدام
پر مجھے ہے شوق تیرا صبح وشام ۔۔۔ گاہے گاہے اس جگہ بھی آئیے
یارسول اللہ کرم فرمائیے

حال اس عاجز کا ہے تم بن خراب ۔۔۔ کچھ نہیں رکھتا ہوں میں کار ثواب
حد سے گذرے ہیں گناہ بے حساب ۔۔۔ اپنے اس عاجز کو بھی بخشلائیے
یارسول اللہ کرم فرمائیے

حال تو دیکھو ذرا امت کا آ ۔۔۔ کام کس کس میں ہوئے ہم مبتلا
شامتِ عصیاں سے اتری ہیں بلا ۔۔۔ ان بلاؤں سے اماں دلوائیے
یارسول اللہ کرم فرمائیے

الغیاث اے مقتدائے مرسلیں   الاماں اے پیشوائے مومنیں
یارسول اللہ شفیع المذنبیں   یہ بلائیں ہم سے ٹلوائیے

یا رسول اللہ کرم فرمائیے

فاطمہ زہرہ کا صدقہ یارسولؐ   اور طفیل خاص پسران بتول
التجا میری یہ ہو جائے قبول   ڈھیل آنے میں ذرا نہ لائیے

یارسول اللہ کرم فرمائیے

یارسول اللہ طفیل چار یار   اور بحرمت سب صحابہ باوقار
صدقہ سب اہل بیت نیک کار   نیک کاماں ہم سے کروائیے

یارسول اللہ کرم فرمائیے

پیروی تیری ہمیں گر ہو نصیب   طاعتِ مولا سے ہو جائیں قریب
مرض عصیاں کا تو ہے حاذق طبیب   کچھ شفائے مرض میری لائیے

یارسول اللہ کرم فرمائیے

آپ کی زیارت کا مجھکو شوق ہے   اور بڑا یہ دل کو میرے ذوق ہے
تیری خدمت کا گلے میں طوق ہے   کار خدمت مجھکو بھی فرمائیے

یارسول اللہ کرم فرمائیے

حیف ہے یہ عمر جاتی ہے چلی   پر نہ دیکھی ہے مدینے کی گلی
یارسول اللہ طفیل پنجتن   پھر مجھے در پر ذرا بلوائیے

یارسول اللہ کرم فرمائیے

تیرے روضے کا کروں جاکر طواف   اپنی پلکوں سے کروں مسجد کو صاف
جس کی برکت سے ہو تقصیراں معاف   اپنے مرقد پر مجھے بلوائیے

یارسول اللہ کرم فرمائیے

نجم الدین عاجز ہے یہ تیرا غلام
کچھ نہیں ورد اس کا ہے جز تیرا نام

پڑھتا ہے تم پر درودان اور سلام   معاف تقصیراں میری کروایئے

یارسول اللہ کرم فرمایئے

دیوان
نجم اردو
ختم شد

دیوانِ خواجہ نجم ہندی

مُصنّف

حضرت خواجہ محمد نجم الدین رحؒ صاحب سلیمانی الفاروقی

فتح پور

سخنِ ہائے ہندی

دوھرہ

مکھ پر چادر میم کی رکھ کر آپ غفور احمد اپنا نام دھر جگ میں کیا ظہور
نجما دیکھ اس یار کی رمزاں کے دستور ہر رنگ مل بے رنگ ہوا رہا دور کا دور

دوھرہ

اُوکھی پنڈی پیت میں جب ہم دینو پاؤ تنکی سدھ نا رہی بھولے ننگ اور ناؤ
نجما پھانسی پیم کی آن پڑی گل بیچ اب کیا سوچے باورے اونچی اونچ اور نیچ

دوھرہ

دارو مت دے باورے ارے اناڑی بید تو ناواقف مرض کا یہ تو اونڈا بھید
نجما چنگا ہو نہیں بن دیکھے دیدار دارو اس کے مرض کی مکھڑا ہے دلدار

دوھرہ

نجما حاجی لوگ تو مکّہ جات تمام　　میرا مکّہ سنگھڑ بسے تونسہ واں کو نام

دوھرہ

پتیم میرے جا بسے سات سمندر پار　　ملن انھوں کا جب ہوئے جب کرم کرے کرتار

ساجن آگیا آپ نے برہن کو گل لاؤ　　درشن دے اس نجم کو تن کی اگن بجھاؤ

دوھرہ

پتیم آون کہہ گئے نہ پورا کیا اقرار　　برہ اگن سے برہنی جل جل بھئی اڑار

دیو دئی سب ماہان کر جتن کیئے ہزار　　کرم ریکھ بن نا ٹلے جو لکھ دے کرتار

دوھرہ

نجما مورکھ لوگ ہیں سو کیا جانیں سار پریت　　کھاویں پیویں ڈھور سوں سوویں گھر ان رنجیت

دوھرہ

ساون ماس سورنگ میں گھر گھر لیسے اُمنگ   میں پاپن اس ماہ میں روتی رہی نسنگ
ملن ہوا اس ماس میں دھرتی اور آکاش   نجم الدین پیو کارن نے تسدن رہے اُداس

دوھرہ

نجما پی پردیس میں جا اٹک رہے کس کاج   ناجانوں کس سوک نے موہ لئے ری شام
بن بن دھونڈت ہم پھرے ملے نہ ابلک پیو   کجا الجاوت باورے نکس جاورے جیسو

دوھرہ

ہتھ گگن بانہہ چوڑیاں نو نو کرے سنگار   جو ہیں پی کی پیاریاں وے بھژ لگی نار
موتن پھاٹ کا نچلی میلی بھی اِزار   نجما تر سے کیوں نہیں تم پائی بھرتار

دوھڑہ

بھادوں رین ڈراونی گھر ناہیں دلدار — مجھ برہن آدھین پر کرم کرو کرتار
نجما جوبن بس نہیں دوجی نس اندھیار — ایک پھوار یو کا تین طرح کی مار

دوھڑہ

سن کر بچن سپہرا حیا نہ راکھے دھیر — بول سنی جب مور کی لگے کلیجے تیر
کوئل بولے باغ میں دادُر بیچ سمند — چین کہاں ہو نجم جب پڑے نیر کے پھند

دوھڑہ

نجما رُت آسوج نے جگ میں کیا ظہور — نا جانو کب ہو سے برہن کا دکھ دور
اب تک اُلٹے نا پھرے وے پردیسی یار — جگ میں جیو اپنا پی بن ہے درکار

دوھڑہ

ساجن ہم سے بچھڑ کر جب سے گئے بدیس　　مجھ برہن کے سامنے لکھا نہ ایک سندیس
لکھی خبر نہ آپ نے نہ بھیجا پیغام　　دل سمجھاوے کس طرح تیرا انجم غلام

دوھڑہ

ماہ ماس یالائے ری تھر تھر کانپے دیہہ　　ناجانو کس بد گھڑی لگا ہمارا نیہہ
روتی درد فراق سے سات ماس گئے بیت　　ناجانوں دن کون سے ملے بدیسی میت

دوھڑہ

پوس مہینے سردیس پیا نہ کیوں گھر آن　　کھوری بانے کر جتن ساں ست بلں ہے جان
کھڑی اوڈیکوں سیڑھیاں چڑھ چڑھ سانجھ سویر　　جلدی آؤ بالما بجھا کرے ادسیر

دوھرہ

جاگھر ہوے چین واگھر بسے رحیم ہے اذا جا ٭ ر یہ ٭ بھے قلب سلیم
جاگھر انگن بھر رہا کوڑا گرد غبار نجما کافر دیو کا واگھر ہوا اتار

دوھرہ

رہنس سنوں جب اسپ کی دل میں کرو بچار دروازہ آ اترے نیلی کا اسوار
نجما بچھوا پیو کا کب ڈنک سبے عزیب بچھڑے سا جن جب ملیں جبے ہو تیرے نصیب

دوھرہ

سکھ چھوڑا دکھ سر لیا پیو تمہارے کاج دور جا مت بھولیو بانہہ گہے کی لاج
نجما آگ پریم کی تن من دیا جرائے سینہ وہی سرائے ہے جس ساجن رہے سمائے

دوھڑہ

میری رنگ برنگی چوندری پیو بن میلی ہوئے — ایسی نار سلکھنی دن دن گھلی ہوئے
نجما پیارے پیو بن چھن چھن گھٹت سہاگ — وہ کپٹی چلتار یا موہ رگا کر لاگ

دوھڑہ

بیرارے تو باند دھیان پی سے کہیو جائے — نجم الدین کے تم بنا تڑپت رین بہائے
ادھولیجا کشن پا پاتی ہوئی تیار — پانواں نیچے سیس دیئے کہیو بیت جوہار

دوھڑہ

نجما جگ میں آگیا چیت مہینہ خوب — اب تک الٹے نا پھرے برہن کے محبوب
لوگو رے مت لائیو پردیسی سے پیت — چھوڑ پرائے دیس میں بیٹھے آپ نچیت

۳ء قاصد

دوھڑہ

رت آئی بیساکھ کی ساجن نا مجھ پاس　　بالم بن یہ برہنی در در پھرے ہراس
لوگو رے مت مانیو معشوقاں کی بات　　دیدے دھیرج کھوس کر دل عاشق لیجات

دوھڑہ

اور بتھا سُن ری سکھی مجھ برہن کی آن　　جا کارن پی بچھڑے وا کا کہوں بیان
ایک سمے ہم سب سکھی رہتے پیو کے دوار　　اب نجما ہم آپڑے ایسے بھکم اجاڑ

دوھڑہ

برہ جلاوے رین دن جیٹھ ماس کی دھوپ　　دواگنوں سے اے سکھی جلار سیلا روپ
پی کا پنتھ نہارتی انکھیاں ہو گئی مجھین　　ناجانو کب آ د سی دا دن نجم الدین

دوھرہ

دو جگ میں مشہور ہے ساڑ تمہارا نام　　جو مل جا تجھ مانس میں مجھ دکھیا کی شیام
نجما پیا مسلن کا نسدن ہے مشتاق　　ناگ ڈسے کو ڈر نہیں جو مل جا تریاق

دوھرہ

پتیم پنتھات دور ہے سات سرگ سوں پار　　سیس کٹا کر پہنچ ہے وا اں برلا سوار
نجما طمائی مکر کی مفت گمادے دین　　جگ میں بھلا کہا عکر عیش کرے دن تین

دوھرہ

پیو تیرے تجھ پاس ہیں کہن سنین سے دور　　جان بوجھ کیوں ہو رہا نجم الدین مہجور
بن بن ڈولت کیوں پھرے چھوڑ چھاڑ گھر بار　　اپنے ہی میں دیکھ لے پتیم کے دیدار

دوھرہ

سنگھڑ شہر سہاوناں جہاں بسے دلدار　　نجم الدین اس دیس پر تن من دیجئے وار

دوھرہ

چپ رہ نجما باورے چھپا کھول مت بھید　　دیکھ پیا کو ہر جگہ گر ہے تجھکو دید

دوھرہ

نجما کہنی جگت میں دھیان نہ دھیر لے بیر　　لاج دوئی کو چھوڑ دے جیسے کہے کبیر
کبیرا ناؤ لاج کی روک رہی سب تھاؤں　　سکھی تو یا کو پھونک دے سوچ بڑی نہ گاؤں

دوھرہ

نجما گدڑی اپنی پی کے رنگ میں رنگ　　ایسا پھیر نہ پاوسی تیم پیت کا سنگ

دوہرا کبت

غرض پڑے ہان منت ایسے منت انیک غرض بنا کی د دستی لاکھاں ماں کوئی ایک
بہیتر پڑے ناں دہیرے دامنتر کس کاج نجم الدین اوس منت سے لاکھاں کو سا بھاج

کبت

چاہت چکور جیسے چند کے ملاپ کو ایسی ہی چاہت ہے سیین کو سیین کی
ست سے جوں پیار ہے ماتا اور پتا کو ایسی ہی پریت ہے بھائی اور بہن کی
راکھت ہے تیریا جوں نیہہ بھرتار کو لپٹت ہے بیل جوں داسی دن رین کی
پیاسا جوں نیر چاہے بھوکھا جو بھوجن کو ایسی ہی پریت ہے اندھے کو نین کی
ایسے جوں راکھت ہیں پریت ان باتن سے یوں لو بھی پریت راکھے فقط لین دین کی
کہت ہے نجم الدین کبیں سب گائے گئے
یہ کوڑی پریت ہے ایسے منتر بن کی

بنڑا در برج

سنگھڑ والا بنڑا آیا مائی آج ری میرے
لایا سوہاگ سیوایا میرے بھاگ بھلیرے

قطب ربانی محبوب سبحانی
خواجہ سلیماں کہایا سرعنے دے سہرے

نور محمد جی کو نس اجالسن
فخر الدین من بھایا لیوں وارنے پھیرے

خواجہ معین الدین قطب الدین فرید الدین
ایسے براتی سنگ لایا دیکھو آئے بینڑے

ساتویں ماہ صفر ری سجنی
بابل بیاہ رچایا کر چاؤ گھنیرے

عرش کرس اور لوح قلم پر
حوروں نے منگل گایا اور راگ بھتیرے

آج کی رات سوہاگ کی سجنی
پیا گھر میرے آیا میرے سپنے پے ڈیرے

دیکھ بنا مکھ اپنی بنی کا
نور میں نور سمایا سب مٹ گئے جھیڑے

نجم الدین تو کو لاکھ مبارک
ایسو سوگھڑ بر پایا دھن بھاگ میں تیرے

راگ

ایسی میرے پیارے نے ڈالی گلال — تا سے تن من ہو گیو لال

ایسی میرے پیارے نے ڈالی گلال

رنگ بھری آنکھوں نے بس کر لینو — ڈار پریم کو جال

ایسی میرے پیارے نے ڈالی گلال

سانچو ہی ناچ نچاوت ہمکو — فخر الدین جی کو لال

فقر فخر کی مدھ پلا کے — سکھیاں کرے متوال

ایسی میرے پیارے نے ڈالی گلال

ایسو چھیل وہ سنگھڑ کو بسیو — سب کی کرت پت پال

ایسی میرے پیارے نے ڈالی گلال

چشت گے رنگ کی بھر پچکاری — چھڑکت ہے ہر حال

ایسی میرے پیارے نے ڈالی گلال

نجم الدین واکے بل بل جاؤں — پل میں کر دی نہال

ایسی میرے پیارے نے ڈالی گلال

راگ

دیکھ سانورا کے لوگ آنکھیاں بھر بھر آندے
جا کارن جوگ لیا وہ سانورا نظر نہ آندے

نجم سلیماں پیا او جوں نہیں آئے کون بھیا سنجوگ
دیکھ سانورا کے لوگ آنکھیاں بھر بھر آندے

راگ

قطب ربانی محبوب سبحانی — غوث صمدانی محی الدین جیلانی
مشکل کرو آسانی

۔ میری نوریا پار لگا دو — عرض کرے سلیمانی
حاجی نجم قربانی

منجدھار بیچ کھڑی ہیں او ڈیکو — آؤ قطب ربانی
مشکل کرو آسانی۔

راگ

دھن دھن سہاگ سہیلیو آج پیا گھر آئے　　دکھ میٹے رب پاک نے ہو گئے بھاگ سوائے

دھن دھن بھاگ سہیلیو آج پیا گھر آئے

آوت ہی پیارے شیام نے موہے گر سو لگائی　　سکھ ہردے ماں بسو، گیو ری درد جلائی

دھن دھن بھاگ سہیلیو آج پیا گھر آئے

کر جوڑوں پیاں پڑوں اور میں سیس نوائی　　جانے نہ دوں پیارے شیام کو در کدی نہ رٹھاؤں

دھن دھن بھاگ سہیلیو آج پیا گھر آئے

سرمہ ساروں نین ماں اور میں سیس گونتھاؤں　　مہندی ہاتھ رچائے کے پھولوں سیج بچھاؤں

دھن دھن بھاگ سہیلیو آج پیا گھر آئے

رین دنان پیارے شام کو اپنے میں رجھاؤں　　مکھ دیکھوں نت شیام کو اور اپنا دکھلاؤں

دھن دھن بھاگ سہیلیو آج پیا گھر آئے

گاڑے بھرے سوہاگ کے پیا میرے گھر لائے　　کاگا سوں ہنسا کرے کوئی بار نہ لائے

دھن دھن بھاگ سہیلیو آج پیا گھر آئے

خواجہ سلیمانؒ پیر کی کیا میں کروں بڑائی　　چندہ سورج کہوں کیا انکو وہ ہیں نور الٰہی

دھن دھن بھاگ سہیلیو آج پیا گھر آئے

نجم الدین پیا پیارے کی کیا کیا بات بجھائے　　تو جانے یا وہ پیا اور کوئی نہیں جانے

دھن دھن بھاگ سہیلیو آج پیا گھر آئے

راگ

کیسی چنک ﷺ لگائی سجنیا کیسی چنک لگائی
موکو تم بن سوجے نا کائی سجنیا کیسی چنک لگائی
چنک لگا کر اٹھ گئے موہن اچھی پیت نبھائی
سجنیا کیسی چنک لگائی
چھوڑ دیئے سب تیرے کارن مات پتا ست بہن اور بھائی
سجنیا کیسی چنک لگائی
ایسی بھئی تیرے عشق میں باوری طعنہ دے دیں لوگ لگائی
سجنیا کیسی چنک لگائی
سوتی تھی میں سکھ کے ماتے برہ نے آن جگائی
سجنیا کیسی چنک لگائی
آو درس دو خواجہ سلیمانؒ تیرے درس کی تسائی
سجنیا کیسی چنک لگائی
حاجی نجم تیری جنم کی چیری یہ تو تیری ہی جگ میں کہائی
سجنیا کیسی چنک لگائی

راگ

کیوں بھٹکتا ہے تھار دپیا تھارے کَنِ رے　　سودت جاگت اد ھت بیٹھت پاس رہے نس دن رے
تھار دپیا تھارے کَن رے
تو مور کھ ایسو جیسو ڈھونڈت مے بن بن رے　　آپ کو آپ پہچان رے مورکھ سو بار کہیو تنے رے
تھار دپیا تھارے کَن رے
تو ہی تو ہی کوئی اور نہ دوجا سو وہ اسی تن من رے　　جا جی نجم سمجھاوت تو کو ہوے لگا تھاری دھن رے
تھار دپیا تھارے کَنِ رے
ہو ہو کرتا ہو بن جاسی ناہے پاپ اور پن رے　　کیوں بھٹکتا ہے تھار دپیا تھارے کن رے

راگ

مہانے تھارو میٹھو لاگے چھے ناؤں اب تو پیا جی آو مہارے گاؤں

مہانے تھارو میٹھو لاگے چھے ناؤں

کب کی او بھی تھاری باٹ جوؤں چھوں اُبھا اُو بھا تھک گئے پاؤں

مہانے تھارو میٹھو لاگے چھے نانو

سنگھڑ دیس تھارو سو نس بیو جھٹے چھے تھارو ٹھاؤں

حاجی نجم تھارو داس جنم کو مُلکاں میں سرناؤں

راگ ہنڈی

سنگھڑ کو بسیتو جادوگارو رے   جادوگارو، کامن گارو، ٹوناگارو رے
سنگھڑ کو بسیتو جادوگارو رے

جادو کی پڑیا پڑھ پڑھ مارے   واکی ترچھی نظر بوٹے مارو رے
سنگھڑ کو بسیتو جادوگارو رے

جانے نہ دے موہے اپنے مندرے   واکی بنتی کرت ہیں تو بارد رے
سنگھڑ کو بسیو جادوگارو رے

نجم خلاصی ہو عشق سے کیونکر   خواجہ سلیمانؒ ہشگارد رے
سنگھڑ کو بسیتو جادوگارو رے

راگ آساوری

کون آوے کون جاوے رے بابا کون آوے کون جاوے
وہ تو آپ ہی چھب دکھلاوے رے بابا کون آوے کون جاوے
کہیں ہندو کہیں ترک کہا کے دیر مسیت پوجاوے
وہی پن پاپ میں آپ براجت ادجس ہم کو لگاوے
رے بابا کون آوے کون جاوے
لوگ کہیں یہ موت بری ہے سب کا ہے کو کھاوے
ہم جانیں یہ الکھ پرس ہے آپے مانہہ سماوے
رے بابا کون آوے کون جاوے
بن ستگر کوئی گیان نہ پاوے ستگر گیان بتاوے
خواجہ سلیمانؒ ہیں ستگر گیانی یہ نجم انھوں کا کہاوے
رے بابا کون آوے کون جاوے

راگ آساوری

بیہم نگرمت ٹالی رے مہارامنڑا   توبیہم نگرمت ٹالی رے مہارامنڑا
بیہم نگر کی اوگھٹ گھاٹی   سبھل سبھل پگ ڈالی رے مہارامنڑا
توبیہم نگرمت ٹالی رے مہارامنڑا
جاوے دوار کا کو نام لے مکہ کا   یہی باتاں تیری کالی رے مہارامنڑا
توبیہم نگرمت ٹالی رے مہارامنڑا
حاجی نجم غم مت کرباوالا   خواجہ سلیماں بتارا والی رے مہارامنڑا
توبیہم نگرمت ٹالی رے مہارامنڑا

راگ اساوری

اپنے پیا کو رجھاؤری ایری اپنے پیا کو رجھاؤ — جے کچھ سکھ تم چاہو ری ایری اپنے پیا کو رجھاؤ
جو تیرا پیا جی کہے تو کو سجنی واہی حکم بجاؤ — بن مرضی پیا اپنے کے باوری ایک قدم نہ اٹھاؤ
اپنے پیا کو رجھاؤری ایری اپنے پیا کو رجھاؤ
جھاڑ بوہار رکھو گھر اپنا کوڑا مت نا کھنڈاؤ — بیٹھی رہو گھر پیا جی کے میں سجنی چھوڑ کے مت جاؤ
لات دناں رہو پاس پیا کے ہنس ہنس گر سو لگاؤ — نجم سہاگ جے چاہت ہو تو پیا کو مت نا روٹھاؤ
اپنے پیا کو رجھاؤری ایری اپنے پیا کو رجھاؤ

ایضاً آساوری

کس بدھ پیا کو رجھاؤں ری ایری کس بدھ پیا کو رجھاؤں
میں تو اوگن گاری کہاؤں ری ایری کس بدھ پیا کو رجھاؤں

پیا گورا میں ات سانوری کس بدھ پیا من بھاؤں
سکھی ایک نہیں گن گت مو میں کیا مکھ پیا کو دکھاؤں
کس بدھ پیا کو رجھاؤں ری ایری کس بدھ پیا کو رجھاؤں

بابل گونے کی کری ہے تیاری میں کیا مت لے کر جاؤں
اور تو کچھ گن نجم میں ناہی بٹلیاں کے گھر کی کہاؤں
کس بدھ پیا کو رجھاؤں ری ایری کس بدھ پیا کو رجھاؤں

راگ سورٹھ

آپ ری ہنس بولن ری اُڑوں مھانے آوے

جا دن سے بچھڑے من موہن نینا نیند نہ آوے اوگن گاری گن نہیں موئیں کب وہ گر ہو لگاوے

آپ ری ہنس بولن ری اُڑوں مھانے آوے

دن نہیں چین رین نہیں نیند برابر آن ستاوے خواجہ سلیمانؒ سے یوں جا کہیو آتش آن بجھاوے

آپ ری ہنس بولن ری اُڑوں مھانے آوے

آپ کہو تھے ہم سنگ ہی رہنگے کبھی نہ درس دکھاوے موہے اتیم غریب جان کر ناحق جھوڑا اجراوے

آپ ری ہنس بولن ری اُڑوں مھانے آوے

کھان پان ہم سب ہی تیاگوں گھر انگنا نہ سہاوے نجم الدینؒ ہے داس تہار بن درشن مر جاوے

آپ ری ہنس بولن ری اُڑوں مھانے آوے

راگ سورٹھ

دیکھو مہا لے اینڈو ہی ڈولے پیر پٹھان　　یار سیا پیر پٹھان جو گیڑا پیر پٹھان
جا کارن بھئی جوگن ہم بھی ڈار کے مُندرا پچکا ن　　دا جوگیا ہم سے نہ بولے اِتے کرے گمان
دیکھو مہاسے اینڈو ہی ڈولے پیر پٹھان
اس جوگیا کی چال انوکھی ات چاتر نیر کمان　　نرکھت ہے سندر چھپ واکی لگت بڑکو بان
درشن دو مہارا بال سنہی نجم کا دین و ایمان　　نسدن تجت ہم یوں ہی راکھاں شاہ سلیمان شاہ سلطان
دیکھو مہاسے اینڈو ہی ڈولے پیر پٹھان

راگ سورٹھ

مہاری سدھ بدھ لیجو پیر پٹھان　　میں تو تھاری جنم کی چیری تھے چھو دین ایمان
اپنی کر مو ہے راکھیو پیا رے　　تھانے چھہ نورؐ محمد ﷺ جی ری آن
مہاری سدھ لیجو پیر پٹھان
اس ادھیس کے کوئی نہیں تم بن تم ہی چھو پیر پٹھان　　دین دنی میں لاج ہے تم کو پت لے دو جہان
مہاری سدھ لیجو پیر پٹھان
حاجی نجم کی بنتی یہی ہے تم سے شاہ سلیمانؒ　　خاک کروں تھاری پانواں کی سر تن من کر دوں قربان
مہاری سدھ لیجو پیر پٹھان

اِلتجا بحضور سُلطانُ التّارکینُ خواجہ حمیدُ الدّین صُوفی ناگوریؒ

یا حمیدُ الدّین صوفیٔ باصفا — تم مرے دادا میں پوتا آپکا
واسطے اللہ کے آیا پاس تجھ — مُرشدِ کامِل بتاؤ آپ مجھ
جس سے رستہ راہِ حق کا پوچھ لوں — ہو یقیں شک و وہم سے آزاد ہوں

راگ سورٹھ

برم رہے پیا سنگھڑ دیس

ناجانو کب مل سوں ری سجنی　　مہارے من یوہی چھے اندیس

برم رہے پیا سنگھڑ دیس

جب سے گئے موری سدھ ہو نہ لینی　　نا کچھ بھیجا سندیس

برم رہے پیا سنگھڑ دیس

حاجی نجم چلو مارو جی ڈھونڈن　　کر کے جوگنیا کو بھیس

برم رہے پیا سنگھڑ دیس

راگ سورٹھ

مائی ری میں ہوئی چھوں بہت نہال　　میں نے پیا پایو فخر کو لال
مائی ری میں ہوئی چھوں بہت نہال
سرمئی انکھیاں رنگ بھرے نینا　　لوگڑی رومارے چھ دومال
مائی ری میں ہوئی چھوں بہت نہال
سنگھ نگر میں راس رچاوت　　ڈار کے پیسم کو جال
مائی ری میں ہوئی چھوں بہت نہال
کھوری پنڈت کب آوے رے گوسانور لیو　　آن بِن بھئی چھوں بے حال
مائی ری میں ہوئی چھوں بہت نہال
خواجہ سلیمانؒ سے یوں جا کہیو　　حاجی نے اب تو سنبھال
مائی ری میں ہوئی چھوں بہت نہال

راگ سورٹھ

مجھے تو تھاں پر واری جی او بنڑا ۔۔۔ مھے تو تھاں پرواری جی او بنڑا
کب کی اوبھی تھاری باٹ جوؤں چھوں ۔۔۔ درشن کی چھوں بکھیاری او بنڑا
سیس سو ہے تھارو سونے دا سہرا ۔۔۔ مونین کی لڑ نیاری او بنڑا
نور محمد جی کو کنور سلیماج
تھاں پر نجم الدین بلہاری او بنڑا

راگ ؏

مہانے تھاری میٹھی میٹھی لاگیں بات   بولو جی رنگیلا بنا مہاسے ساتھ
مہانے تھاری میٹھی میٹھی لاگیں بات

آذکر پاکر دسیج پدھارد   کھوں ملوں تھانسے گات
حاجی نجم کی بنستی بہی ہے   محلاں پدھارو آدھی رات
مہانے تھاری میٹھی میٹھی لاگیں بات

راگ بھاگ

مائی ری کب آویں گے شیام   اُن بن کل ناں پڑے ہے
مائی ری کب آویں گے شیام
کرلئی ایک نگاہ میں چیری   بن پیسہ بن دام
مائی ری کب آویں گے شیام
نجم الدین کے پیا خواجہ سلیماں   مول بکا یا وا کے نام
مائی ری کب آویں گے شیام

راگ بھاگ

ترپت رین بھیانی رے بالم ترپت رین بھیانی
اب تو آؤ مھارے کانی ترپت رین بھیانی
کب کی اڈیکھی تھاری باٹ جوؤں چھوں
آؤ کرو مہربانی مھاری ترپت رین بھیانی
ہیں اوگن گاری گن نہیں مو میں تھے چھو گن وَنتا دلجانی
آؤ درس دو مو کو سنوریا عرض کرے سلیمانی

Scanned with CamScanner

راگ بلاول

خواجہؒ معینؒ الدین کے آج دوارے   برست رنگ چھوٹت ہیں فوارے
بیم کے رنگ میں رنگ دیئے سارے   بھیج گئے خاص و عام بچارے
نجم الدینؒ دھن بھاگ تہارے
پیر ملے چشتی معین الدینؒ پیارے

راگ بلاول

جس کی آئی سو، ہی جاسی   جس کی آئی سو ہی جاسی
تم کیوں بھئے اداسی   جس کی آئی سو ہی جاسی
جس کی آئی سو ہی جاسی

لاکھ برس دنیا میں رہ سی   انت کال مر جاسی
یاد خدا کی کر لے بندے   ناں تر توں پچھتاسی
جس کی آئی سو، ہی جاسی

جاجی تجم گن ایک نہ کینا   تو کیا مکھ دکھلاسی
فضل خدا کا شفاعت نبیؐ کی   سنگھڑ والا بخشاسی
جس کی آئی سو ہی جاسی

راگ بلاول

تھاں پر بھئی چھوں دیوانی میں تمہاری سوں تم پر بھئی ہوں دیوانی
آمل رے میرے جانی میں تمہاری سوں تم پر بھئی ہوں دیوانی
جات پانت سب اپنی کھو کے جگ میں کہایا سلیمانی
اب کیا چاہت ہے تو ہم سے او پیارے آمل لیں اولال گمانی
حاجی نجم تمھاری جنم کی چیری تن من رکھو قربانی
آؤ رہو تم مہاری ہی گھر میں مجھے کر شان تمھاری مجمانی

راگ ملار

دیکھوا ے سانوریا نے لیو مہا نسے نہڑ لو توڑا ئے
رت برکھا پیا گھر نہیں مورے جوبن رامیو چھلے ادمائے
حاجی نجم کہو اب کیا کیجیئے پیارے سنگھر چھائے

راگ ملار

سن رے سکھیاں پپیہا، بول رہا پیا پیا

نس اندھیاری کاری بجری چمکے ڈر پت مراجیا   حاجی نجم پیا پیا رے کے درس کو ملس ہا میرا جیا

سن رے سکھیا پپیا بول رہا پیا پیا

راگ جھنوٹی

آج جیا گھبراوے   آج جیا گھبراوے
ناں۔ پتیاں بھیجے من موہن   ناں وہ آپ گھر آوے
ری میرو آج جیا گھبراوے
حاجی نجم تری غم کی بتیاں   کون سنگھڑے لے جاوے

راگ جھنوٹی

تونسہ کی گلیاں برج گلی جہاں موہن پھاگ رچاوت ہے
پیم کے رنگ کی پچکا سکھیاں کو پھاگ کھلاوت ہے
چھڑکت برہ گلال سبھی پر رنگ میں رنگ ملاوت ہے
تجھ رہو آپ سب گوپین پر گوپیاں کو آپ جھاوت ہے
سنگھڑ ملک بھبوت دراین گون گوال چراوت ہے
ہاتھ لکریا، کاندھے کمریا بنسی کی ٹیر سناوت ہے
نجم سلیمان شیام پیا کے من کو یہ کیسے سہاوت ہے
دیت سہاگ سبھی سکھین کو مبر و جیا للچاوت ہے

راگ دیس

میرا اون بن جیوڑا اداسی　　ایری اون بن جیوڑا اداسی
جا دن سے دیکھی چھب میں اونکی　　پڑ گئی پیم کی پھانسی
میرا اون بن جیوڑا اداسی
حاجی نجم غم دا ہی دن جای　　دیکھ سوں جب سنگھڑ کو باسی
میرا اون بن جیوڑا اداسی

راگ دیس

لاگی لگن کیسے چھوٹے ایری سہ لاگی لگن کیسے چھوٹے
بال اپنے ری پیت ری سجنی کہو کیسے اب ٹوٹے
ایری لاگی لگن کیسے چھوٹے
نجم سلیماں پیا او جوں نہیں آئے جانے سکھائی کن دوتے
ایری لاگی لگن کیسے چھوٹے

راگ برج

مائی ری آج سپنے میں دیکھے میرے شیام　　گوری گوری صورت مادھوری مورت خواجہ سلیمان اکو نام

مائی ری آج سپنے میں دیکھے میرے شیام

آدت ہی پیا گرہو لگائی دکھ گیا ، ہوا آرام　　ایک نگاہ میں حاجی نجم کو کر گیو اپنو غلام

مائی ری آج سپنے میں دیکھے میرے شیام

ہوری

میں تو جا پڑوں گی نبیؐ جی کے دوار　　سکھی جا پڑوں گی نبیؐ کے دوار
گھر آنگن نہ سوہاوت مو کو　　جا پڑوں گی نبیؐ جی کے دوار
سکھی جا پڑوں گی نبیؐ کے دوار
ساس لڑو یا نند یا لڑو　　بھاڑ میں آگ لگو گھربار
غافل مت ہو نجم الدین　　ایسو ہاتھ نہ آوے دوار
سکھی میں تو جا پڑونگی نبیؐ کے دوار

ہوری

مائی مدہ پی کے ہوا مخمور ۔۔۔ چاہے سولی پر چڑھو منصورؒ
شبلیؒ جنیدؒ عطارؒ اور رومیؒ ۔۔۔ جس کے نشہ میں تھے چور
اسی شراب کی بوند تے یارو ۔۔۔ مجھ میں کیوں ہے فتور
فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ۔۔۔ یہی حق کا ہے منشور
غافل تو جو اب بھی نہ سمجھے ۔۔۔ تو یہ تیرا ہی ہے گا قصور
اِنِّیۡ اَنَا اللّٰہ اور ہُوَ اِلَیۡہِ ۔۔۔ ایک ہی ہے یہ ضرور
چاہے تو یہ کہے چاہے تو وہ کہہ ۔۔۔ پر مت نا رہ مہجور
خواجہ سلیمانؒ نام اونہوں کا ۔۔۔ فخر دین کا ہے وہ نور
نجم الدین جس نے کیا متوارا ۔۔۔ اس کی بھٹی ہے بھر پور

ہوری دیس

وحدت کو رنگ چھایوری ‎ ‎ ایری وحدت کو رنگ چھایوری
جاکو ڈھوڈھن گئی مکہ مدینہ ‎ ‎ وہ تو اپنے ہی میں پایوری
وحدت کو رنگ چھایوری

فی انفسکم فلا تبصرون ‎ ‎ خود اس نے ہی فرمایوری
فخرؒ، نورؒ، سلیمانؒ شہ کا بن کر ‎ ‎ حاجی نام دھرایوری
وحدت کو رنگ چھایوری

ہوری

چھل بل کر من موہ لیو ایسو چھل بل چھیل کرت ہے
برن ترن کو روپ بنا میرو موہن منتر دھرت ہے
جات جات میں پانت پانت میں اپنی ہی جوت سہوت ہے
نجم الدین آدھیں پیا تیرو نسدن دھیان دھرت ہے
تیرے نام سے بیڑ دھرت ہے چھل بل چھیل کرت ہے
برن ترن کو روپ بنا کر میرو موہن منتر دھرت ہے

ہوری

میں تو کھیلن آئی ہوری　　موکو اپنے رنگ میں رنگوری
میں تو کھیلن آئی ہوری

ایسی گلال ڈال مو پہ سجنی　　میرو نیر و یک رنگ ہوری
میں تو کھیلن آئی ہوری

ہو مدماتی سست پھیروں میں　　موکو سدھ بدھ ہو رہے نہیں موری
میں پھیروں رنگ میں جھک جھوری

گل بیچ بھینٹ سیس چرنن پہ　　کب کی کھڑی کر جوڑی
میں تو کھیلن آئی ہوری

ایسے کھٹور کیا ہے موہن　　اے ہو نند کشوری
آؤ پیا کھیلن آئی ہوری

نور محمد جی کو کنور سلیماں　　ایسو ٹھیل بھیوری
میں تو کھیلن آئی ہوری

بنتی کرت ہوں پیّاں پرت ہوں　　ایک نہ مانے موری
کوئی سمجھاؤ ری لوری

برج کی سکھی سب رنگ رنگ ڈاری　　کہا سانوری کہاں گوری
میں تو کھیلن آئی ہوری

حاجی نجم بھی ہے تمہارو ہی گھر کو　　اپنے کر کا کہا چھوری
معاف کرو چوک مے موری

ہوری

ایچھی مہانسے ہوری کھیلی پیر پٹھان

منہ کی گلال عبیرہ۔ کو چھڑک دیو سلیمان
ایسی بھیجوئی مہانے رنگ میں اودستگر دلبر گئی مہاری آن

نرکھت ہی سندر چھب واکی تن من کیو قربان
نور محمد جی کو بنسل وجالبن نجیم کا دین دایمان

ایچھی مہانسے ہوری کھیلی پیر پٹھان

ہوری

سانورا نے موہے سدھ سے بے سدھ کر دی
کبھی چھڑکت رنگ لال مورے پر کبھی چھڑکت ہے زرد دی
سانورا نے موہے سدھ سے بے سدھ کر دی

تک جی تک کے مارت پچکاری رنگ سے موہے بھر دی
جاؤں تو جانے نہ دے موری سجنی میں تاتو پھروں ڈر دی
سانورا نے موہے سدھ سے بے سدھ کر دی

ایسے کھلاری سے کام پڑو میرو رنگ بھیو جوں ہر دی
کون کھیلے تو سے ہوری سانورا تو تو پیا بے درد دی
نجم پٹھان کی جات ہٹیلی ہوری کھیلت ہے جوراں مردی

ہوری

سانورے موسے کینی ٹھگائی　　اے ٹھگائی موسے کینی ٹھگائی

سانورے موسے کینی ٹھگائی

پہلے تو سندر چھب اپنی مو برہن کو دکھائی　　پیاں گہے موہے گرہو لگائی نینوں سے نین ملائی

میرے من کیسی چنک لگائی

بھنوا کمان تیر پلکن کے خنجر ذنت چلائی　　کاری گھاؤ لگو ہمارے ہردے تالی کرم نکالی

پڑی سسکت ہوں رے مائی

جات پانت سب اپنی کھو کر واکی جگ میں کہائی　　آپ پیا جا سگھڑ چھائی موہے من بسرائی

یہی واکے جیا کو سوہائی

آئی بسنت کنتھ گھر جنکے گھر گھر ہوری مچائی　　میرو پیا میرے پاس نہیں ہے میں انگ بھبھوت رمائی

یہی سدھ بدھ بسرائی

اوڈت گلال لال بھئی سجنی پیلے رنگ میں بھجائی　　دیکھ دیکھ ڈھنگ اون سکھین کو برہ کرت چڑھائی

جوبن مرد انگ نہ سمائی

خواجہ سلیمان سے یوں جا کہیو فخر کی دے کے دوہائی　　تجھ تجت تو ہے لاج نہ آئی ایچھی پریت نبھائی

بھلی شاباش کہائی

ہوری کافی

سنگھڑ والے مورے پیر آئے ری قطب ربانی غوث صمدانی

چشت کے گھر کے امیر

دین دنی میں غم نہیں موکو حاجی ہے ان کا فقیر

سنگھڑ والے پیر

مخمس در ملار

پھر بھی تو ذرا بول سنا پاپی پپیا　　جوں نام پے پی کے کروں قرباں مرا جیا
کرتا ہے جو تو درد سے ہر دم پیا پیا　　پیارا لگے ہے مجھ کو ہلس آوے ہے ہیا
صدقے ترے ہو جاؤں میں اے پی کے بولیا
پھر بھی تو ذرا بول سنا پاپی پپیا

جوں چونے کی کنکری پے پڑے پانی کا چھکا　　فی الفور اٹھے اس ستی ایک آگ کا بھبکا
اس طرح سے سن سن کے تری بولی کا لٹکا　　اٹھتا ہے مرے سینے میں ایک برہ کا کھٹکا
اور چیتا ہے دل میں مرے ایک شوق کا دیا
پھر بھی تو ذرا بول سنا پاپی پپیا

بیکل ہوں کھڑا یار کے دیدار بنا اب　　برسات بھی اچھی نہ لگے یار بنا اب
بجلی بھی ڈراوے ہے یہ دلدار بنا اب　　اور کاری گھٹا مارے ہے تلوار بنا اب
بادل کی گرج سن کے پھٹے ہے میرا ہیا
پھر بھی تو ذرا بول سنا پاپی پپیا

جب کاری گھٹا سر پہ مرے چھاوے ہے آکے　　ایک آہ کا نعرہ کروں افسوس کو کھا کے
سو طرح سے اس دل کو مرے غم میں ڈبا کے　　اور چشموں سے آنسو کو کبھی اپنے بہا کے
کہتا ہوں کہ صد حیف نہیں آیا وہ پیا
پھر بھی تو ذرا بول سنا پاپی پپیا

ساون کی جھڑی لگ رہی رم جھم کرے ہے مینہ — پُروائی پَون سر دیسے تھر تھر کرے ہے دیہہ
دیکھوں جو میں اس رُت کو دو نا بڑھے ہے نیہہ — اور وہ تو ہوا سخت دل مری خبر نہ لیوے

ٹک میری بھی سدھ لے او مرے سدھ کے لُوَیّا
پھر بھی تو ذرا بول سنا پاپی پپیّا

بنسی کی طرح درد سے فریاد کروں ہوں — وہ عیش جو پی ساتھ تھی سب یاد کروں ہوں
یہ زندگی رو رو کے میں برباد کروں ہوں — اور سینہ کو میں آہ سے آباد کروں ہوں

نہ جانوں کہ کس سوک نے برما اُسے لیا
پھر بھی تو ذرا بول سنا پاپی پپیّا

کیا مور شور کر رہا دیکھو یہ بن کے بیچ — اور کوئلی کُرلا رہی دیکھو چمن کے بیچ
سُن سُن کے آگ لگتی ہے ہجر بدن کے بیچ — پیارا اِدھر کو آنے کی لایا نہ من کے بیچ

بس کھا مروں یکساں ہے مجھے جیّا نجیّا
پھر بھی تو ذرا بول سنا پاپی پپیّا

اے کونجو ذرا جا کے مرے یار کے اُس دیس — یہ کہیو میری طرف سے کیوں چھا لیا پردیس
میں نے بھی تیرے عشق میں جوگن کا کیا بھیس — جو دیکھے ہے مجھ کو وہی کہتا ہے کہ آ دیس

لیتا ہوں تیرے نام کو جب تب یہ ہی کیّا
پھر بھی تو ذرا بول سنا پاپی پپیّا

اے نجم ذرا بھیج کوئی قاصد و پیغام — جو لاوے سندیسہ کوئی یا آوے وہ گلفام
برسات کی ان راتوں میں کیسے کروں بسرام — بن پی بتا اس سیج پہ کیسے کروں آرام

اب تک نہیں آیا مرے سنگھر کا رسیّا
پھر بھی تو ذرا بول سنا پاپی پپیّا

حضرت غلام سرور صاحب سجادہ نشیں
درگاہ حضرت خواجہ حاجی محمد نجم الدین صاحبؒ

ہدیۂ سلام بحضور شاہِ ولایت خواجہ نجم الدین ضیاپرانہٗ

اَلسّلام اے نجمِ عالم اَلسّلام — پرتوِ فاروقِ اعظمؓ اَلسّلام
السّلام اے رشکِ یزداں اَلسّلام — راحتِ جانِ سلیمانؒ اَلسّلام
اَلسّلام اے جلوۂ انوارِ ذات — اَلسّلام اے مظہرِ حُسن وصفات
اَلسّلام اے ماہِ نورِ مصطفٰےؐ — السّلام اے مہرِ بُرجِ مُرتضٰےؓ
اَلسّلام اے سروِ بُستانِ مُعینؒ — بلبلِ گلزارِ نورؒ و فخرِ دیںؒ
اَلسّلام اے حامیٔ شرعِ متیں — اَلسّلام اے مالکِ خلدِ بریں
اَلسّلام اے چارہ سازِ بیکساں — اَلسّلام اے مونسِ خستہ دلاں

اَلسّلام اے خواجہ سرور نواز
اَلسّلام اے قبلۂ اہلِ نیاز

حضرت خواجہ نجم الدین صاحب سلیمانی کی اردو فارسی تصانیف

۱- گلزارِ وحدت — اردو مطبوعہ
۲- بیانُ الاولیاء — 〃 〃
۳- دیوان نجم — 〃 〃
۴- پیو ملانی غیر بھلانی — 〃 〃
۵- بارہ ماسہ — 〃 〃
۶- دیوان نجم — ہندی 〃
۷- ماحی الغیریت — اردو غیر مطبوعہ
۸- افضل الطاعت
۹- پریم گنج
۱۰- حیات العاشقین
۱۱- نجم الآخرہ
۱۲- فضیلت النکاح
۱۳- شجرۃ العارفین — فارسی
حالات خواجگان چشت و دیگر مشائخ
۱۴- شجرۃ المسلمین
تاریخ نوابانِ فتح پور
۱۵- شجرۃ الابرار
۱۶- مناقب التارکین
حالات خواجہ حمید الدین صوفی ناگوری
۱۷- تذکرۃ السلاطین
۱۸- راحت العاشقین
۱۹- مقصود العارفین
۲۰- احسن العقائد
۲۱- احسن القصص
۲۲- نجم الواعظین
۲۳- نجم الہدایت
۲۴- ہدایت نامہ
۲۵- قبالات نجمی
۲۶- مناقب الحبیب
مترجم: مولوی محمد رمضان صاحب پسر صاحب تصنیف
۲۷- مناقب المحبوبین — فارسی
۲۸- دیوان نجم — 〃